ابنِ صفی

بیکراں

آپ کے محبوب اور ہر دلعزیز مصنف
ابنِ صفی کی مقبول عام تحریر
جو کبھی مر نہیں سکتی۔ ابنِ صفی
کی جاسوسی دنیا کا ایک مکمل ناول

بیکراں رات کے سناٹے میں وہ اُس سنسان سڑک پر گویا موت کے منتظر تھے۔ دو لاشیں کیپٹن حمید کے قدموں میں پڑی ہوئی تھیں۔ مرنے والوں میں سے ایک کے ہاتھ سے ٹارچ گری تھی اور سڑک پر پڑی ہوئی اپنی روشنی سے دونوں لاشوں کے بھیانک چہروں کے خدوخال واضح کر رہی تھی۔ سناٹا... اتھاہ سناٹا۔

دفعتاً حمید اکرام کی کراہ سُن کر چونکا۔

"کیا بات ہے؟" وہ جھک کر کھڑکی سے اگلی سیٹ پر

نظر ڈالتا ہوا بولا۔

"کک... کچھ نہیں۔" یہ اکرام کی آواز تھی۔

"ان دونوں کو کیا ہوا؟" ریما کی کپکپاتی ہوئی سی آواز آئی۔

"مر گئے۔" حمید نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "شاید یہ بھی سکون کی تلاش میں تھے، انھیں ابدی سکون مل گیا۔"

"اب میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

"صبح اندھیرے میں مجھے پاگل عورتوں سے خوف معلوم ہوتا ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ دونوں بھکشو درندے تھے یا تم دونوں؟"

"پاگل ہو جانے کے بعد سمجھ میں آ جائے گا۔" حمید کہتا ہوا جھکا اور ٹارچ اُٹھا کر اُن دونوں لاشوں کا جائزہ لینے لگا۔

اتنے میں فریدی نشیب سے اوپر آ گیا اور حمید کے ہاتھ سے ٹارچ لیتا ہوا بولا۔ "وہ رائفل اُٹھاؤ اور اس کی کارتوسوں کی پیٹی کھول لو۔"

دوسری لاش کے نیچے سے ریوالور برآمد ہوا تھا اور اس کی کارتوسوں کی پیٹی بھی کھول لی گئی تھی۔

"یہ آپ سائیلنسر سے کیوں شوق فرمانے لگے ہیں؟" دفعتاً حمید بولا۔

"سائیلنسر استعمال نہ کرتا تو بات بڑھ جاتی۔ وہ فائروں کی سمت معلوم کر لیتے لہٰذا وقت کیوں برباد کرتا، چلو بیٹھو۔"

وہ اُسے پچھلی سیٹ پر دھکا دے کر خود پھر اسٹیئرنگ کے سامنے جا بیٹھا۔

"آخر میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں؟" اکرام کی آواز آئی۔

فریدی نے کچھ کہے بغیر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔

"کک... کیا یہ لاشیں یہیں... پپ... پڑی رہ جائیں گی؟" ریما ہکلائی۔

"لاشیں البم میں تو چپکائی نہیں جا سکتیں۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

"خداوندا... خداوندا...!" ریما سسکنے لگی۔

"گھبراؤ نہیں۔" حمید اُس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "یہ سب تمھارے لیے ہو رہا ہے لیکن اب خزانے کا نقشہ ہمارے قبضے میں ہے وہ تمھارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔"

"خزانہ بکواس ہے۔" وہ جھنجلا کر بولی۔

"خدا جانے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"یقین کرو! وہ کھلا ہوا جھوٹ تھا۔"

"میں کیسے یقین کر لوں جب کہ ہالی وُڈ میں آئے دن ایسی کہانیاں فلمائی جاتی رہتی ہیں۔"

"حمید خاموش رہو۔" فریدی نے سخت لہجے میں کہا... اور پھر سناٹا چھا گیا۔

★★

اب اس گاڑی میں صرف دو آدمی باقی رہ گئے تھے۔ ایک وہ جو ڈرائیو کر رہا تھا اور دوسرا اس کے برابر بیٹھا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عقب نما آئینے کو دیکھے جا رہا تھا۔

"ناصر! یہ کیا ہو گیا؟" کچھ دیر بعد وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔

"یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔" ڈرائیو کرنے والے نے غصیلی آواز میں کہا۔ "وہ موت کا ہرکارہ ہے۔ عام طور پر اُس کو اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"

"میں پوچھ رہا ہوں کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"میں کچھ نہیں جانتا، تم عقب نما آئینے پر نظر رکھو۔"

"ابھی تک اُس کی گاڑی کی روشنی نہیں دکھائی دی۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ نیلم گڑھ کی طرف پلٹ گیا ہو۔ پہلے بھی اُس نے اس کی کوشش کی تھی۔" ناصر بولا۔

"بہت اچھا ہے اگر ایسا ہوا ہو۔"

"بزدلی کی باتیں نہ کرو۔"

"جہنم میں گئی ایسی رقم... مارے گئے تو کس کام کی۔" دوسرا بولا۔

"خاموش رہو، ورنہ اپنوں ہی کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔" ناصر بولا۔

"تم نے مجھے اس جنجال میں پھنسایا ہے۔"

"دولت زمین سے نہیں اُگتی، قوتِ بازو سے حاصل کی جاتی ہے۔" ناصر نے کہا اور بایاں ہاتھ بڑھا کر ڈیش بورڈ کا ایک سوئچ آن کر دیا۔

"ہیلو... ہیلو...!" وہ اونچی آواز میں بولنے لگا۔ "ہیلو... ہیلو... اٹ از ناصر...!"

"ہیلو...!" ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔ "اٹ از جارا کا کا۔"

"میرے دو ساتھی کام آئے۔" ناصر بولا۔ "حکم کے مطابق میں نے انھیں وارننگ دے کر گاڑی روکنے کو کہا تھا۔ انھوں نے گاڑی تو روکی لیکن نہ جانے کس طرح گاڑی سے کود گئے کہ ہم انھیں نہ دیکھ سکے۔ صرف لڑکی اور اکرام گاڑی میں موجود تھے۔

اچانک کسی طرف سے بے آواز فائرنگ شروع ہو گئی۔ میرے دو ساتھی مارے گئے اور مجھے آگے بھاگنا پڑا... اوور...!"

"تم اس وقت کہاں ہو؟" ڈیش بورڈ سے آواز آئی۔

"نیلم سرائے کے آس پاس۔" ناصر بولا۔

"تم دونوں فی الحال وہیں چلے جاؤ، لیکن اس تمھیں وہیں ملے گا۔ آیندہ کے لیے اُس سے ہدایات لو۔"

"او۔ کے سر!"

"اوور اینڈ آل۔" دوسری طرف سے آواز آئی اور ناصر نے سوئچ آف کر دیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر دوسرا شکاری بولا۔ "تم جھوٹ کیوں بولے تھے؟ کیپٹن حمید تو گاڑی میں موجود تھا۔"

"میں شکاری ہوں، سمجھے؟" ناصر نے تلخ سی ہنسی کے ساتھ کہا۔ "کسی کا نمک خوار بھی نہیں، ٹھیکے پر کام کر رہا ہوں۔"

"میں پوچھ رہا ہوں آخر یہ دو زندگیاں کس کھاتے میں جائیں گی، جو کچھ دیر پہلے ختم ہو گئیں؟"

"کیا تم سمجھتے ہو کہ اس کی ذمے داری مجھ پر ہے؟ میری ہی طرح وہ بھی دولت کی تلاش میں نکلے تھے۔"

"تم نے یہ ظاہر کر کے اچھا نہیں کیا تھا کہ تم فریدی کو جانتے ہو۔"

"وہ مجھے پہچانتا ہے، اُس وقت سے جانتا ہے جب میں شکار کیا کرتا تھا۔"

"ہوں... اور یہ لیکر اس کون ہے جس سے ہم نیلم سرائے میں ملنے والے ہیں؟"

"غیر ملکی ہے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر دوسرا شکاری بولا۔ "سڑک سے اس وقت گاڑی ہٹانا مناسب نہ ہو گا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ ہے کہ نیلم سرائے پہنچنے کے لیے ہمیں سڑک چھوڑنی پڑے گی۔"

"تو اس سے کیا؟"

"برف کے نیچے کیا ہے، کوئی نہیں کہہ سکتا۔"

"اوہ!" ناصر نے قہقہہ لگایا۔ "تم موت سے اتنا ڈرتے کیوں ہو؟"

"شکار کھیلنا بڑی خوبصورت درندگی ہے لیکن آدمیوں کا شکار ہوتے پہلی بار دیکھا ہے میں نے۔ وہ دونوں بیچارے، کیا اُن کی لاشیں وہیں پڑی رہ گئی ہوں گی؟"

"تمھیں صرف دو ایک پیگ برانڈی کے درکار ہیں۔ اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ناصر نے کہا اور گاڑی کی رفتار کم کر کے اُسے دائیں جانب ڈھلان میں اُتارنے لگا۔

"کیا تم واقعی پاگل ہو گئے ہو؟" دفعتاً دوسرا شکاری چیخا۔

"تو کیا مجھے نیلم سرائے نہیں جانا چاہیے؟" ناصر نے نرم لہجے میں دریافت کیا۔

"ہرگز نہیں، سیدھے چلو۔"

"اچھی بات ہے۔" ناصر نے بریک لگاتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی بائیں ہاتھ سے اُس نے ریوالور نکالا تھا۔ دوسرے شکاری کو اُس کی بھنک نہ ہوئی۔

گاڑی ریورس گیئر میں پھر سڑک کی طرف واپس جا رہی تھی اور دوسرا شکاری کہہ رہا تھا۔ "ریگم بالا ہی کی طرف چلو، مجھے خوشی ہے کہ تم میری یہ خواہش پوری کر رہے ہو، ورنہ عام حالات میں تم سے زیادہ ضدی آج تک میری نظر سے نہیں گزرا۔"

ناصر نے قہقہہ لگایا۔ ایسا لگا جیسے یہ محض خوش دلی کا اظہار ہو۔ دوسرا شکاری بھی اس قہقہے میں شریک ہو کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگا۔

دفعتاً اُس کے کان کے قریب فائر ہوا اور دانت نکلے ہی رہ گئے۔ دوسرے لمحے اُس کی جانب کا دروازہ کھلا تھا اور اُس کی لاش سڑک پر جا پڑی تھی۔

دروازہ بند ہوا، ساتھ ہی ناصر کا دوسرا قہقہہ فضا میں گونج اُٹھا اور گاڑی پھر اُسی ڈھلان میں اُتر گئی جدھر جاتے سے دوسرے شکاری نے ناصر کو باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔

★★

وہ بالکل خاموش بیٹھے تھے اور گاڑی معمولی رفتار سے ریگم بالا کی طرف بڑھتی جا رہی تھی۔ کیپٹن حمید نے یہ بھی نہیں پوچھا تھا کہ آخر آہستہ روی میں کون سی مصلحت پوشیدہ ہے۔ ویسے وہ اب بولنا ہی نہیں چاہتا تھا محض اس لیے کہ ڈیش بورڈ والا ٹرانسمیٹر خودکار معلوم ہوتا تھا۔

دفعتاً فریدی بولا۔ "حمید! تم خاموش کیوں ہو؟"

"میں چاہتا ہوں، بیچاری ریما اب سو جائے۔ اُس کے اعصاب پر بہت بُرا اثر پڑا ہے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"اُس سے کہو کہ ہم پر اعتماد کرے۔"

"صرف مجھ پر کر سکتی ہے۔"

"نہیں، مجھے سب پر اعتماد ہے۔" ریما بولی۔ "درندے ہونے

کے باوجود بھی تم لوگ انسانیت کی حدود کو نہیں پھلانگتے۔ میں تم لوگوں کو کسی حد تک مظلوم بھی سمجھتی ہوں۔"

"ریگم بالا میں تم جہاں کہو گی پہنچا دی جاؤ گی۔" فریدی نے کہا۔

"میں جہاں کہوں گی؟" ریما نے حیرت سے دہرایا۔

"کیوں، اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟" حمید نے جواباً حیرت ظاہر کی۔

"میں ریگم بالا تو کیا اس پورے ملک میں کسی کو نہیں جانتی۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ دونوں مجھے کہاں لے جاتے۔"

"تب تو پھر یہی مناسب ہوگا کہ تم ہمارے ہی ساتھ رہو۔"

دفعتاً فریدی نے بریک لگائے اور گاڑی تیز قسم کی چرچراہٹ کے ساتھ رک گئی۔

"کیا ہے؟" حمید چونک پڑا اور پھر اُسے وہ چیز نظر آگئی۔ ایک آدمی سڑک پر اوندھا پڑا تھا اور اُس کے سر کے آس پاس کی برف سُرخ ہو رہی تھی۔

فریدی نے ہیڈ لیمپ بجھا دیے لیکن انجن بند نہ کیا۔

"میرا خیال ہے۔" حمید نے کچھ کہنا چاہا۔

"خاموش رہو۔"

پھر فریدی بڑی احتیاط سے نیچے اُترا تھا اور جھک کر تیزی سے دوڑتا ہوا خود بھی دھم سے لاش ہی کے قریب جا گرا تھا۔

حمید بوکھلا گیا۔

کیا بے آواز فائر؟ فوری طور پر اسی خیال نے اُسے بھی گاڑی سے باہر لا پھینکا۔

اب وہ سینے کے بل رینگتا ہوا فریدی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ریوالور ہولسٹر سے نکل آیا تھا۔

برف پر اس طرح رینگنا ہنسی کھیل تو نہیں۔ آدھی ہی مسافت بلائے جان بن گئی۔

دفعتاً اس نے فریدی کو پلٹتے دیکھا۔ وہ بھی اسی کی طرح رینگتا ہوا گاڑی کی طرف واپس آ رہا تھا۔

حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔

قریب پہنچ کر فریدی آہستہ سے بولا۔ "لاش... میرا خیال ہے کہ وہ ناصر کے ساتھیوں میں سے ہے۔ صبح موٹیل میں وہ غالباً اس کے ساتھ ہی تھا۔"

"اوہو، تو اسے بھی گولی لگی تھی۔"

"نہیں، وہ میرے ہاتھوں نہیں مرا۔ میں نے صرف دو فائر کیے تھے اور دو لاشیں تم وہاں دیکھ چکے ہو۔ اس کی کنپٹی پر گولی ماری گئی ہے اور جہاں لاش پڑی ہوئی ہے، وہیں سے کوئی گاڑی ڈھلان میں اُتری ہے۔"

"تو پھر اب کیا، کیا جائے؟"

"پہلے ہمیں اس ٹرانسمیٹر سے چھٹکارا پانا چاہیے، جو گاڑی میں موجود ہے۔ تم اسی طرح دائیں جانب والی ڈھلان اُتر جاؤ اور اس راستے پر نظر رکھو، جدھر وہ گاڑی گئی ہے۔"

حمید اس کی ہدایت کے مطابق دائیں جانب والی ڈھلان میں رینگ گیا اور لاش کی پوزیشن ذہن میں رکھ کر دائیں جانب اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔

دفعتاً اس نے ایک سُریلی سی چیخ سُنی اور اُچھل پڑا۔ گاڑی کے انجن کی آواز پہلے سے تیز ہو گئی تھی۔

"اوہ! مردود۔" فریدی کی آواز آئی۔

"کیا ہوا؟" حمید بوکھلا کر سڑک کی طرف جھپٹا۔

پھر فریدی اُسے سڑک پر دوزانو بیٹھا ہوا نظر آیا۔ قریب پہنچا تو ریما بھی نظر آئی، جو برف پر اوندھی پڑی تھی لیکن گاڑی کا کہیں پتا نہ تھا۔

"کیا ہوا؟" حمید قریب پہنچ کر خود بھی فریدی ہی کی سی پوزیشن میں بیٹھتا ہوا بولا۔

"اسے گاڑی سے دھکیل کر فرار ہو گیا۔"

"اکرام!"

"اور نہیں تو کیا چیانگ کائی شیک؟" فریدی کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔

"وہ تو... وہ تو... کمال ہو گیا۔" حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُسے کیا کہنا چاہیے۔ اکرام کی اس حرکت پر غصے کا اظہار کرے... یا قہقہے لگائے؟

"کیا تم ہوش میں ہو؟" فریدی نے جھک کر ریما سے پوچھا۔

"ہا... آں... آں...!" کانپتی ہوئی آواز ریما کے مُنہ سے نکلی تھی۔

"اُٹھنے کی کوشش کرو۔"

"گری ہوئی عورتیں خود سے نہیں اُٹھ سکتیں۔" حمید اُسے سہارا دینے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا لیکن فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ارے ارے، میں تجربے کی بات کہہ رہا ہوں۔"

اتنے میں ریما خود ہی اُٹھ بیٹھی۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا ہو گا۔ ضروری نہیں تھا کہ سنسان سڑک پر جب کہ چاروں طرف برف ہی برف نظر آ رہی تھی، کوئی گاڑی بھی دکھائی دیتی۔ ایسے موسم میں لوگ عموماً رات کا سفر ملتوی ہی کر دیتے ہیں۔

"یہاں رُکنا ٹھیک نہیں ہے۔" دفعتاً فریدی بولا اور ریما کا ہاتھ پکڑ کر داہنی ہی جانب کی ڈھلان میں اُترتا چلا گیا لیکن جگہ وہی منتخب کی تھی، جہاں سے برف پر گاڑی کے پہیوں کے نشانات نظر آ رہے تھے۔

جب حمید بھی اُس کے قریب پہنچ گیا تو بولا۔ "میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

"کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو میری تقدیر ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ فریدی گاڑی کے پہیوں کے نشان سے لگ کر چل رہا تھا۔

اُن دونوں نے اس کی تقلید شروع کر دی۔

"مم... میں تو... اس طرح نہیں چل سکوں گی۔" ریما منمنائی۔

"پھر کس طرح چل سکو گی؟" حمید نے پوچھا۔ وہ اُس کے ساتھ چل رہا تھا۔ فریدی سب سے آگے تھا۔ حمید کو اس وقت ریما پر کڑی نظر رکھنی تھی۔

"وہ... وہ... مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔"

"بے ضرر آدمی تھا، تم کیوں نہیں گئیں اُس کے ساتھ؟"

"میرے انکار پر اُس نے مجھے گاڑی سے دھکیل دیا۔"

"آخر انکار کیوں کیا؟"

"اب میں تم دونوں کے علاوہ اور کسی پر بھی اعتماد نہیں کر سکتی۔ تم نے ابھی تک میرے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی۔"

دفعتاً فریدی ایک جگہ رُک گیا۔ اُنھیں بھی رُکنا پڑا۔

اب وہ اُسے بائیں جانب ایک جگہ کی برف ہٹاتے دیکھ رہے تھے۔

"کیا بات ہے باس؟" حمید نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں رات بسر کرنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرنی چاہیے۔"

"برف کے نیچے؟"

"بکو مت، میں قدم رکھنے کے لیے جگہ دیکھ رہا ہوں، کہیں کسی گڑھے میں نہ گر جائیں۔"

پھر حمید بھی اُس کے قریب بیٹھ کر برف ہٹانے لگا تھا اور کچھ دیر بعد وہ بیٹھے ہی بیٹھے بائیں جانب کھسک رہے تھے۔

●●

خاوند

نفسیات کا ایک پروفیسر مختلف مواقع پر انسانی رویوں کی وضاحت کر رہا تھا۔ اُس نے کہا۔ "وہ آدمی جو غلطی پر ہو اور ہار مان لے، عقلمند ہوتا ہے اور وہ آدمی جو درست موقف رکھنے کے باوجود ہار مان لے ------- "

"خاوند ہوتا ہے۔" لڑکے نے کھٹ سے کہا۔

ناصر نے گاڑی نیلم سرائے کے سامنے روکی۔ یہ بھی شہتیروں ہی سے بنائی ہوئی ایک عمارت تھی۔

کھڑکیاں اور دروازے سب بند تھے کہیں کسی درز سے بھی روشنی نہیں دکھائی دیتی تھی۔ اُس نے صدر دروازے پر ٹھوکریں مارنی شروع کیں اور بالآخر کوئی دروازہ کھول کر دہاڑا۔ "کون ہے؟"

"بے خبر سو جاتے ہو کتے۔" ناصر نے اُسے دھکا دے کر پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"معاف کرنا باس۔" میلے کچیلے سے آدمی نے کہا اور اپنی بائیں آنکھ کا کیچڑ صاف کرنے لگا۔

ناصر آگے بڑھتا چلا گیا۔ ساخت کے اعتبار سے یہ جگہ اکرام کے موٹیل سے مختلف نہیں تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ یہاں کاؤنٹر کے پیچھے فرش سے چھت تک متعدد خانوں میں کئی قسم کی شرابوں کی بوتلیں بھی چُنی ہوئی تھیں اور کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا آدمی اکرام کی طرح ڈھیلا ڈھالا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ نہ صرف جسم کی بناوٹ کے اعتبار سے بلکہ آنکھوں میں پائی جانے والی توانائی کی بنا پر بھی وہ خاصا جاندار لگتا تھا۔

"یہ تم جنگلی پن کیوں شروع کر دیتے ہو؟" اُس نے غرّا کر ناصر سے کہا۔

"ابھی رات ہی کتنی ہوئی ہے کہ دروازہ جکڑ دیا گیا؟" ناصر نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر سامنے لگی ہوئی بوتلوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں، اُدھم نہیں چاہتا۔" دوسرا آدمی غرّایا۔

پہلے تو ناصر نے اُسے گھور کر دیکھا پھر خواہ مخواہ ہنس پڑا۔

"چپو، شراب اُٹھاؤ۔" اُس نے قہقہے کو فوری طور پر دبا کر کہا۔

کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے سیاہ رنگ کی بوتل ایک خانے سے نکال کر اُس کے سامنے کاؤنٹر پر رکھ دی۔ اُس کے انداز میں بیزاری کا اظہار بھی شامل تھا۔

بوتل کی قیمت ادا کر کے اُس نے دو گلاس طلب کیے اور اُنھیں اُٹھائے ہوئے ایک میز تک آیا، جہاں ایک سفید فام آدمی پہلے ہی سے بیٹھا ہُوا تھا۔

یہاں کئی میزوں کے گرد کچھ لوگ نظر آئے۔ بڑے بڑے آتشدانوں میں کوئلے دہک رہے تھے۔

"ہیلو... لیکی!" ناصر نے اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"ہیلو...!" غیر ملکی کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"شاید تم دیر سے پیلے سے ہو؟" ناصر نے ایک گلاس اُس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔"

"تو پھر کیا تم میری دعوت رد کر دو گے؟"

"مَیں نے یہ تو نہیں کہا۔"

ناصر اُس کے سامنے رکھے ہوئے گلاس میں شراب انڈیلنے لگا لیکن وہ اُسے تیز نظروں سے گھورے جا رہا تھا جیسے ہی ناصر دوبارہ اُس سے مخاطب ہُوا، دیکھنے کا انداز یکلخت بدل گیا۔ اب اُس کی آنکھوں میں نرمی تھی۔ پھر ناصر نے دو تین گھونٹ لینے کے بعد گفتگو کا آغاز کیا تھا۔

"مَیں نے اپنے تین ساتھی گنوائے ہیں۔" وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"مجھے اطلاع مل چکی ہے لیکن صرف دو آدمیوں کی۔" خشک لہجے میں کہا گیا۔

"ایک کو مَیں نے خود موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔"

"کیوں؟" غیر ملکی کی بھنویں تن گئیں۔

"اُس نے لیڈر کے حکم سے سرتابی کی تھی۔ نیلم سرائے کی طرف آنے سے انکار کر دیا تھا۔"

"بہت اچھے۔ تب تو اُسے مرنا ہی چاہیے تھا۔" غیر ملکی کے لہجے کی خشکی رفع ہو گئی۔ اب وہ ہر گھونٹ کے بعد ہونٹ چاٹنے لگتا تھا۔

"اب مجھے کیا کرنا ہے؟"

"آرام... دو تین دن... آرام سے یہیں گزارو۔"

"آخر اُسے ختم ہی کیوں نہیں کر دیا جاتا؟ اس طرح گھیر کر پٹرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"وہ ہمیں خزانے کی تلاش میں مدد دے سکتا ہے۔ اس کے بعد ہم اُسے ختم کر دیں گے۔"

"سُنو! اب اس کے ساتھ ایک غیر ملکی لڑکی بھی ہے، بڑی خوبصورت...!"

"مَیں جانتا ہُوں۔"

"لیکن اس، کم از کم وہ لڑکی ہی حاصل کر لی جائے۔ وہ دو بدھ بھکشوؤں کے ہمراہ وہاں آئی تھی۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ وہ لڑکی بھی ہمارے لیے بے حد کارآمد ثابت ہوگی۔"

"نہیں، مَیں کیا جانوں؟"

"وہ تینوں بھی خزانے کی تلاش میں تھے۔ ایک بھکشو فریدی کے ہاتھوں مارا گیا اور دوسرا غالباً عمارت ہی میں جل کر مر گیا۔"

"دیکھو دوست لیکر اس۔" ناصر نے آگے جُھک کر آہستہ سے کہا "اگر خزانے کی بات پھیل گئی تو بہت بُرا ہوگا۔ ہم دشواریوں میں پڑ جائیں گے۔"

"جو لوگ اس چکر میں ہیں وہ بھی یہی سوچتے ہیں لہٰذا خزانے کی بات پھیل نہیں سکتی۔"

"اگر اس لڑکی نے فریدی کو بتا دیا تو؟"

"کوئی کسی اجنبی کو ایسی باتیں نہیں بتایا کرتا۔"

"اچھا تو یہی بتا دو کہ فریدی نے بھکشو کو کیوں مار ڈالا؟"

"اُن دونوں نے اُس کے نائب کیپٹن حمید پر حملہ کیا تھا۔ وہ غالباً یہ سمجھے تھے کہ حمید لڑکی کو پھانسنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"اُس نے یقیناً کوشش کی ہوگی۔ کوئی لڑکی اُس کے قریب سے صحیح و سلامت نہیں گزر سکتی۔"

"کچھ بھی ہو، اُن کے درمیان جھگڑے کی وجہ لڑکی ہی بنی تھی اور سُنو! وہ بھکشو جو فریدی کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔" وہ جلد پورا کیے بغیر پھر پینے لگا۔

ناصر اُس کی طرف متوجہ تھا جب اُس نے دیکھا کہ لیکر اس نے خاموشی ہی اختیار کر لی ہے تو بولا "تم بھکشو کی لاش کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے۔"

"ہاں آں... کچھ نہیں۔" لیکر اس، اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہُوا بولا "مَیں نے اُسے تحفہ کرنے کے لیے اس بھکشو کی لاش گاڑی کی ڈکی میں رکھ دی تھی۔ کیپٹن حمید نے اُسے دیکھا اور عمارت کی طرف بھاگ گیا۔ مَیں نے لاش پھر ڈکی سے نکال لی اور بعد میں اُسے بھی جلتی ہوئی عمارت میں جھونک دیا گیا۔"

"مجھے افسوس ہے کہ بہت اچھا موٹیل تباہ ہو گیا۔" ناصر ٹھنڈی سانس لے کر بولا پھر دفعتاً چونک کر لیکر اس کو گھورنے لگا۔

"کیا بات ہے؟"

"لسلی... لسلی کہاں گئی؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ بھی جل مری ہوگی۔"

"کیوں؟ وہ تو ہماری شریک تھی۔"

"پتا نہیں! مَیں کچھ نہیں جانتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ باہر نہیں نکلی تھی۔"

"اب تم کہاں جاؤ گے؟"

"رات تو یہیں گزاروں گا۔"

پھر وہ دونوں خاموشی سے پیتے رہے تھے۔

بالآخر وہ ایک چھوٹا سا غار تلاش کر لینے میں کامیاب ہو گئے تھے، جہاں رات گزار سکتے۔

حمید تو فوراً ہی ڈھیر ہو گیا تھا اور ریما بیٹھ کر ہانپنے لگی تھی۔

"یہاں کتنا اندھیرا ہے؟" وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔

"اندھیرا تمھیں کھا نہیں جائے گا، چُپ چاپ بیٹھی رہو۔" حمید نے کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر فریدی نے اکرام کے اس طرح بھاگ نکلنے پر کسی قسم کی رائے زنی کیوں نہیں کی۔

"بھوک لگ رہی ہے۔" دفعتاً وہ کراہا۔

"کچھ بھی تو نہیں ہے ہمارے پاس۔" فریدی بولا۔

"لائیے دو چار کارتوس ہی نگل لوں۔"

"بالکل مجبور ہُوں، کچھ نہیں کر سکتا۔" فریدی بھرّائی آواز میں بولا۔

"اوہو، یاد آیا، ریما کے تھیلے میں بھنا ہُوا اناج تھا۔"

"اگر وہ تھیلے سمیت گاڑی سے دھکیلی گئی ہوگی تو...!"

"آخر اکرام کو کیا ہو گیا تھا؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ بہت زیادہ خائف تھا۔"

"جہنم میں جائے۔" حمید پیٹ پر ہاتھ مار کر کراہا اور پھر ریما سے اُس کے تھیلے کی خیریت دریافت کرنے لگا۔

"وہ بھی گاڑی ہی میں رہ گیا۔" وہ روہانسی ہو کر بولی۔ "میرا سُوٹ بھی گیا۔ اب مَیں بالکل مفلس ہُوں۔"

"فکر نہ کرو۔ صبح ہم یقیناً کسی نہ کسی بستی میں پہنچ جائیں گے اور تمھیں یتیم و لاوارث ظاہر کر کے تمھارے نام پر چندے کی اپیل کریں گے اگر مَیں نے خود کو یتیم یا لاوارث ظاہر کر کے کچھ کرنا چاہا تو لوگ کہیں گے چل ہٹ... جا کر محنت مزدوری کر، لیکن تمھیں... اوہ... ہر ایک یہ چاہے گا کہ تم اس کی بہن یا بیٹی بن جاؤ... کرنسی کی بارش ہو جائے گی تم پر...!"

"مَیں بھیک نہیں مانگنا چاہتی، مَیں بھی مزدوری کر سکتی ہُوں۔"

"کون کرنے دے گا، تم بہت خوبصورت ہو، لوگ یہی چاہیں گے کہ تم پل بھر میں کروڑپتی بن جاؤ۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"اسے کیا کرنا چاہیے؟" حمید نے اُردو میں فریدی سے پوچھا لیکن اُسے جواب نہ ملا۔

"کیا آپ تشریف نہیں رکھتے جنابِ عالی!" اس نے پھر ہانک لگائی پھر بھی جواب میں کچھ نہ سُن سکا۔

بالآخر ٹارچ روشن کی۔ فریدی کا کہیں پتا نہ تھا۔

"گک... کیوں... تمھارا ساتھی کہاں ہے؟" ریما ہکلائی لیکن حمید کچھ نہ بولا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر ڈری ڈری سی آواز میں بولی "تم کہاں ہو؟"

"اگر مجھ سے پوچھ رہی ہو تو مَیں وہیں ہُوں جہاں پہلے تھا۔" حمید نے کراہ کر کہا۔

"کیا تمھیں کوئی تکلیف ہے؟"

"کیا تمھیں بھوک نہیں لگی؟"

"مَیں فاقہ کشی کی عادی ہُوں۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں لیکن تمھارا ساتھی کہاں گیا؟"

"ہو سکتا ہے کھانے کی تلاش میں گیا ہو۔ اس وقت پہاڑی لومڑیاں بکثرت مل جائیں گی۔"

"لومڑیاں... تم لوگ لومڑیاں کھاتے ہو؟"

"اگر چھپکلیاں نہ مل سکیں تو کھانی ہی پڑتی ہیں۔"

"چھپکلیاں۔" ریما کی گھٹی گھٹی سی آواز اندھیرے میں گونجی۔

"ٹارچ... مم... ٹارچ روشن کک... کرو...!"

"ٹارچ تو نہیں ہے میرے پاس۔ ارے... ارے یعنی کہ...!"

ریما اُس پر آ گری تھی اور بُری طرح کانپ رہی تھی۔

"کیا ہُوا... کیا بات ہے؟" حمید بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا۔

"مم... مجھے چھپکلیوں سے خوف معلوم ہوتا ہے۔"

"تو مَیں کیا بگاڑ لوں گا چھپکلیوں کا۔"

"مجھے ڈراؤ نہیں۔"

"جو لوگ سکون کی تلاش میں ہوں، اُن کی راہ میں عموماً چھپکلیاں ہی حائل ہوتی ہیں۔ چپکے سے زندگی میں داخل ہوئیں اور عمر بھر سرسراتی رہیں، پھر قبر ہی میں پہنچ کر اُن سے چھٹکارا ہوتا ہے۔ سُنا ہے بعض چھپکلیاں قبر میں بھی کُود جاتی ہیں۔"

"تم اتنی بکواس کیوں کرتے ہو؟"

"میری کھوپڑی میں غلطی سے عورت کا بھیجا رکھ دیا گیا تھا۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ حمید نے سوچا شاید اُسے بہت زیادہ سردی

لگ رہی ہے۔ سردی تو خود اُسے بھی لگ رہی تھی۔

وہ چند لمحے اُس سے لگی بیٹھی کانپتی رہی پھر بولی "تم لوگ میری سمجھ میں بالکل نہیں آرہے۔ اُن دونوں سے میرا پیچھا چھڑا دیا لیکن اب تم خود کس چکر میں پھنس گئے اور وہ بیچاری عورت کس بلا کا شکار ہوئی؟"

"وہ خشکی کی جونکوں کا شکار ہوئی تھی، جو ہزاروں کی تعداد میں تھیں۔"

"خشکی کی جونکیں؟" وہ اُچھل پڑی "کیا یہاں؟"

"یہاں نہیں ہیں، کوئی باہر سے لایا تھا۔ امیزن کے جنگلوں میں پائی جاتی ہیں۔"

"کون لایا تھا؟"

"کاش ہمیں معلوم ہو سکتا۔"

"بتاؤ نا، وہ لوگ کون ہیں، جو تمھارا پیچھا کر رہے تھے؟"

"تم ہی بتاؤ کہ تمھاری مرسیڈیز میں ٹرانسمیٹر کی موجودگی کا کیا مطلب تھا؟"

"گاڑی میری ملکیت نہیں تھی۔ میں نہیں جانتی کہ اُنھوں نے کہاں سے اور کیوں فراہم کی تھی؟"

"مجھے خزانے والی بات میں کسی قدر سچائی نظر آتی ہے۔"

"گھلی ہوئی بکواس تھی۔"

"بھکشو نے کسی ایسی تحریر کا ذکر کیا تھا، جو چمڑے پر تھی۔"

"میں نے اس سے انکار تو نہیں کیا۔"

"تم نے سرے سے اُسے تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔"

"بیشک ایسی ایک تحریر میرے پاس تھی۔ میں اُسے پڑھنا چاہتی تھی۔ اُن دونوں نے میری یہ مشکل آسان کر دی تھی لیکن اُنھوں نے مجھے ہرگز یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کا تعلق کسی خزانے سے ہے۔"

"لیکن آخر تم نے اسی وقت ایسی کسی تحریر کا اعتراف کیوں نہیں کر لیا تھا؟"

"بات خزانے کی ہوئی تھی تحریر کی نہیں اور پھر میں تو ایسے حالات سے گزر رہی تھی کہ مجھے اپنے حواسِ خمسہ پر اعتماد ہی نہیں رہ گیا تھا یقین کرو مجھے کچھ بھی تو یاد نہیں۔ میری نظروں میں تو صرف اُس عورت کی تڑپ تھی اور کانوں میں اُس کی چیخیں۔"

"اب خاموش ہو جاؤ، مجھے اپنے معدے کی آواز سننے دو۔"

"مجھے حیرت ہے کہ دن بھر کی بھوک سے لوگ اتنے نڈھال کیوں ہو جاتے ہیں، میں تو کئی دن تک کچھ نہیں کھاتی پیتی۔"

"اتنی دیر سے سر جو کھا رہی ہو۔"

"کیا تمھیں خاموشی سے گھٹن نہیں ہوتی؟"

"خاموشی تو میری رفیقۂ حیات ہے لہٰذا وہ کسی عورت کی سوکن ہی کہلائے گی۔ اسی لیے شادی نہیں کی میں نے۔"

"جھوٹ تمھاری پیشانی پر تحریر ہے۔"

"اور اندھیرے میں بھی چمک رہا ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ اگر اس وقت بھوکا نہ ہوتا تو تم میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا۔ تم اپنا دل چھوٹا نہ کرو۔"

دونوں دیر سے پی رہے تھے لیکن ان کے حواس رخصت نہیں ہوئے تھے۔ اُن کے چہروں پر توانائی کے آثار دُور سے بھی نظر آسکتے تھے۔

دفعتاً ناصر نے لیکراس سے پوچھا "وہ بے ہوش آدمی اب کہاں ہے جسے ہم نے موٹیل سے اُٹھایا تھا؟"

"تمھیں ایسی باتوں سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے، جن کا تمھارے کاموں سے کوئی تعلق نہ ہو۔"

"اُس ٹیم کی سربراہی میں ہی تو کر رہا تھا۔"

"اُس سلسلے میں تمھارا کام ختم ہو چکا ہے۔"

"اونہہ" ناصر نے شانوں کو جنبش دے کر کہا "جہنم میں جائے۔"

اب وہ خاموش ہو کر سگریٹ سلگا رہا تھا۔ لیکراس نے اوورکوٹ کی جیب سے روں کیا ہوا چمڑے کا ایک شیٹ نکالا اور اُسے میز پر پھیلانے لگا۔

"یہ کیا ہے؟" ناصر چونک کر آگے جھکا۔

"یہ اس بھکشو کے پاس سے برآمد ہوا تھا جسے فریدی نے مار ڈالا تھا۔"

"یہ ہے کیا؟"

"پتا نہیں لیکن یہ تحریر بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ اُس دور میں کاغذ نہیں تھا، چمڑے پر لکھائی ہوتی تھی۔"

"ذرا میں بھی تو دیکھوں" ناصر نے اُسے اپنے آگے کھسکاتے ہوئے کہا۔ چند لمحے اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا "یقیناً یہ بہت پرانی تحریر ہے لیکن میں اس رسم الخط کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"خیر دیکھا جائے گا" لیکراس بولا اور اُسے دوبارہ رول کر کے جیب میں ڈال لیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر لیکراس، ناصر کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا "واقعی تم بہت دلیر آدمی ہو۔ پارٹی کا لیڈر تم پر فخر کرتا ہے۔"

"دس سال پہلے میں بہت زیادہ بزدل تھا" ناصر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"یقین نہیں آتا۔"

"یہ حقیقت ہے۔ بندوق کی آواز سن کر میرا دم نکلتا تھا۔"

"بڑی عجیب بات ہے کیونکر یقین کر لیا جائے؟"

"مجھے جھنجلاہٹ نے دلیر بنایا ہے۔ اس پیشے میں آنے سے پہلے میں بہت دولت مند تھا اور یہ دولت مجھے ورثے میں ملی تھی طبعاً بہت نیک تھا البتہ دوستوں کی بھیڑ اپنے گرد دیکھنا پسند کرتا تھا۔ حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ ان دوستوں میں زیادہ تر ایسے تھے، جو کسی نہ کسی طرح مجھ سے مالی فائدہ اُٹھاتے رہتے تھے۔ میں تھا فہتھوں کا رسیا... اپنی محفلوں کی زندگی برقرار رکھنے کے لیے بے دریغ خرچ کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ میری مالی حالت بگڑنے لگی تب مجھے ہوش آیا اور میں نے اُن دوستوں سے اپنی اُن بڑی بڑی رقومات کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا، جو اُنھوں نے بطور قرض مجھ سے لے رکھی تھیں۔ اس وقت تک میں کنوارا تھا، ارادہ ہی نہیں تھا شادی کرنے کا... میں جانتا تھا کہ مجھ جیسے لاابالی آدمی کے ساتھ کوئی لڑکی خوش نہیں رہ سکتی لیکن ان مقروض دوستوں میں سے ایک نے اپنی لڑکی زبردستی میرے سر منڈھ دی۔ لڑکی کمسن تھی۔ میں نے اُسے گودوں میں کھلایا تھا۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں اُس وقت چالیس کے قریب تھا اور وہ صرف تیرہ سال کی۔ بہرحال یہ چکر محض اس لیے چلایا گیا تھا کہ میں اس لڑکی کے باپ سے اُس بڑی رقم کا مطالبہ نہ کر دوں۔"

"کیا تمھیں نشہ ہو رہا ہے؟" دفعتاً لیکراس نے اُسے ٹوکا۔

"کیا مطلب؟"

"تو کیا اُس تیرہ سال کی لڑکی نے تمھیں دلیر بنا دیا تھا؟"

"نہیں" ناصر میز پر گھونسا مار کر چیخا "خاموشی سے سنتے رہو۔ میں دل کا بخار نکالنا چاہتا ہوں۔ جب وہ اٹھارہ سال کی ہوئی تو عدالت میں جا کھڑی ہوئی اور فسخِ نکاح کی درخواست پیش کر دی۔"

"اوہو۔"

"وہ کامیاب ہو گئی اور اپنی پسند کے ایک نوجوان کے ساتھ چل دی۔"

"ٹریجڈی۔"

"وہ کبھی ایسا نہ کرتی اگر میں مفلس نہ ہو گیا ہوتا۔ مجھ میں اور کوئی کمی نہ تھی۔ کیا میں پچاس سال کی عمر میں بھی تمھیں بوڑھا لگ رہا ہوں؟"

"ہرگز نہیں" لیکراس بولا "تمھارے بازو سیسہ پلائے ہوئے ہیں۔"

"میں نے سب کچھ اُس پر لٹا دیا تھا۔ میں اُسے بہت چاہتا تھا۔ وہ میری پہلی اور آخری محبت تھی۔"

"اب میں سمجھا" لیکراس طویل سانس لے کر بولا "اسی جھلاہٹ نے تمھیں خونی بنا دیا۔"

"یقیناً، میں آج بھی اُس کی تلاش میں ہوں، جہاں بھی ہاتھ آگئی قیمہ کر کے رکھ دوں گا۔"

"تم بہت شور مچا رہے ہو" دفعتاً کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے ناصر کو مخاطب کر کے کہا۔

ناصر اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"اوہ، کیا بات ہے؟" لیکراس بھی اُٹھتا ہوا بولا۔

"میں اُسے سبق دوں گا۔"

"بات کیا ہے؟"

"بکواس کر رہا ہے۔"

"کچھ بھی ہو، تمھیں مصلحتاً خاموش رہنا چاہیے۔ جھگڑوں کو کسی اور وقت پر اُٹھا رکھو۔"

کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا آدمی بھی اُسے گھورے جا رہا تھا۔ ٹھیک اُسی وقت کسی نے صدر دروازے پر دستک دی اور کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے اُس کی طرف دیکھا، جس نے ناصر کے لیے دروازہ کھولا تھا۔ دروازہ کھلنے پر ایک آدمی لڑکھڑاتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"اوہو" لیکراس مضطربانہ انداز میں اُٹھ کر اُس کی طرف بڑھتا ہوا بولا "یہ کیا ہوا؟"

"میں زخمی ہوں" وہ کراہتا ہوا بولا "میری ران میں گولی لگی ہے۔"

ناصر نے اُسے سہارا دیا اور اُسے میز تک لانے میں لیکراس نے بھی ناصر کا ہاتھ بٹایا۔

کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا آدمی بھی اُن کے قریب آگیا تھا۔

دفعتاً زخمی ناصر کی طرف ہاتھ اُٹھا کر بولا "کوئی تمھاری گاڑی لے گیا۔ میں نے اُسے للکارا تھا، اُس نے فائر کر دیا۔"

ناصر دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ لیکراس بولا "ٹھہرو۔"

اُدھر کاؤنٹر والا کہہ رہا تھا "لیکن میں نے تو فائر کی آواز نہیں سنی۔ میرا خیال ہے کسی نے بھی نہیں سنی ہوگی۔"

ناصر دروازے کے قریب رُک گیا تھا۔ لیکراس نے کاؤنٹر والے کو زخمی آدمی کے متعلق کچھ ہدایات دیں اور ناصر کی طرف بڑھا۔

"جلدی مت کرو" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے بولا۔ فطرتاً وہ ٹھنڈے دماغ کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔

"میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ سائیلنسر لگا ہوا لانگ رینج کا کوئی اسلحہ استعمال کرتا رہا ہے۔" ناصر نے تلخ لہجے میں کہا۔

"کیا تم اپنے ساتھی کی لاش سڑک پر ہی چھوڑ آئے تھے؟"

"ہاں، کنپٹی پر فائر کیا تھا اور دھکا دے دیا تھا۔"

"بنیادی غلطی، لاش نے اس کا راستہ روکا ہوگا لہٰذا نیلم سرائے کے راستے پر اس کا لگ جانا حیرت کی بات نہیں۔"

"مجھے ٹرانسمیٹر پر ہدایت ملی تھی کہ نیلم سرائے جاؤں اور اس گاڑی میں بھی ٹرانسمیٹر موجود تھا جس میں وہ لوگ سفر کر رہے تھے۔"

"لیڈر کو احمق نہ سمجھو۔ جب وہ تم سے گفتگو کر رہا ہو تو سمجھ لو کہ دنیا کا کوئی دوسرا ٹرانسمیٹر اس کی آواز کو ریسیو نہیں کر سکتا، چلو باہر!"

"لیکن ضروری نہیں کہ وہ گاڑی لے کر قطعی طور پر چلا گیا ہو۔" ناصر پُرتشویش لہجے میں بولا۔ "باہر اندھیرا ہے۔ گاڑی قریب ہی کہیں چھوڑ کر خود پلٹ آیا ہو۔"

"کیا حقیقتاً وہ ایسا ہی ہے؟"

"میرے یا تمہارے تصورات سے بھی زیادہ... یہ سارا علاقہ اس کا دیکھا بھالا ہے۔"

لیکراس کچھ کہتے کہتے رُک کر پھر زخمی کی طرف دیکھنے لگا۔ جس کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔

زخمی دوسروں سے کہہ رہا تھا۔ "میں نہیں جانتا وہ کون تھا۔ فائر کی آواز تو میں نے نہیں سنی تھی۔ کچھ دیر بعد خیال آیا تھا کہیں گولی نہ چلی ہو۔ ہاں ہاں، سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کی گولی۔"

دو مسلح آدمی، جو اس واقعے پر باہر جانا چاہتے تھے، اس کی پوری بات سن کر جہاں تھے وہیں رہ گئے۔

لیکراس بھی اسی میز کی طرف پلٹ آیا اور جھک کر گولی کا زخم دیکھنے لگا۔

☆

بھوک میں نیند کہاں لیکن حمید کو ریما پر سچ مچ حیرت ہوئی۔ وہ بڑے مزے سے خراٹے لے رہی تھی۔ حمید نے اپنا اوورکوٹ بھی اس پر ڈال دیا تھا اور خود دانت بھینچے اکڑوں بیٹھا دل ہی دل میں صرف اپنے آپ کو گالیاں دے رہا تھا۔

اپنے آپ کو یوں گالیاں دے رہا تھا کہ یہ بلا خود ہی تو گلے لگائی تھی، جس نے اوورکوٹ تک اتروا لیا تھا۔

سردی تھی کہ جہنم میں ٹھنڈک کا خواب... تو کیا یہ لڑکی اسی طرح ان کے سروں پر مسلط رہے گی؟ فریدی نے خود ہی تو اس کے لیے یہ موقع فراہم کیا تھا۔ خود ہی یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ ان بھکشوؤں کی فریب خوردہ ہے۔

بس تو پھر اس آسیب سے چھٹکارا کہاں، جو خود ہی اپنے اوپر مسلط کیا جائے۔ وہ سوچتا اور تاؤ کھاتا رہا کہ شاید اسی طرح خون میں کچھ گرمی آئے اور جبڑے ڈھیلے پڑیں۔

دفعتاً وہ چونک پڑا۔ غار کے دہانے کے قریب ہلکی سی روشنی دکھائی دی تھی۔

سردی کا احساس ایک لمحے کے لیے ذہن سے محو ہو گیا۔ وہ بڑی پھرتی سے ریوالور نکال کر دہانے کی طرف جھپٹا تھا۔

"حمید!" کسی نے آہستہ سے اسے آواز دی۔

وہ کچھ نہ بولا۔ ریوالور کی نال دہانے کی طرف تھی پھر جب دوسری آواز دی گئی تو اعصاب کا تناؤ فوری طور پر کم ہو گیا۔

آواز فریدی ہی کی تھی۔

وہ باہر نکلا۔

"کیا وہ جاگ رہی ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میں بھی سو رہا ہوتا اگر میرا اوورکوٹ خود میرے جسم پر ہوتا۔"

"چلو اچھا ہی ہوا۔"

"آپ براہِ کرم اندر تشریف لے چلیے، میں دانت بجانا چاہتا ہوں۔"

"اچھا... اچھا لیکن سنو! تمہیں ابھی یہاں سے روانہ ہو جانا ہے۔"

"پیدل؟"

"نہیں گاڑی ہے، سیدھے ریگم بالا جاؤ۔"

"اور اس بلا کا کیا ہوگا؟"

"وہ بھی تمہارے ساتھ ہی جائے گی۔"

"اور آپ؟"

"اب اس اور کا سلسلہ ختم کرو۔ صرف تم دونوں جاؤ گے۔"

"ریگم بالا میں کہاں جاؤں گا۔ میرے لیے وہ جگہ بالکل نئی ہوگی۔"

"وہاں دو بہت اچھے ہوٹل ہیں، کسی ایک میں قیام کرنا۔"

"کیا وہ سڑک سیدھی ریگم بالا ہی جاتی ہے؟"

"بالکل! اور یہ بھی ذہن نشین کرو کہ تم وہاں صبح سے پہلے نہیں پہنچ سکو گے۔"

"آپ بھی ذہن نشین کر لیجیے کہ میں آپ کی طرح فوری طور پر گاڑی روک کر چھلانگ نہیں لگا سکتا اور اس بلا کو بغل میں دبا کر چھلانگ لگانا تو بالکل ہی ناممکن ہوگا۔"

"جو گاڑی میں نے تمہارے لیے مہیا کی ہے اس میں بھی خودکار ٹرانسمیٹر موجود ہے اگر تم سے گاڑی روکنے کے لیے کہا جائے تو فوری

طور پر روک دینا۔ پہلے بھی تم میرے ساتھ نہیں کودے تھے پھر تمہارا کیا بگڑا تھا؟"

"انھیں خصوصیت سے آپ کی تلاش تھی۔"

"تھی نہیں بلکہ اب بھی ہے، بے فکر رہو۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نہ صرف قربانی کا بکرا ہوں بلکہ ایک بکری بھی مجھ پر سوار کرا دی گئی ہے۔"

"وقت نہ ضائع کرو حمید، آؤ میں تمہیں گاڑی دکھاؤں۔"

وہ پھر باہر نکلے تھے۔ فریدی اسے اس جگہ لایا جہاں ایک کار کھڑی تھی۔

"کہاں سے ہاتھ لگی؟"

"میرا اندازہ درست تھا کہ ناصر ادھر سے نیلم سرائے ہی گیا ہوگا..."

"نیلم سرائے؟"

"ہاں اسے بھی موٹیل ہی سمجھ لو۔ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے اور یہ گاڑی ناصر کی ہے۔"

"تب پھر وہ بھی اس گاڑی کی تلاش میں ادھر آ سکتے ہیں!"

"شاید ہی کوئی اندھیرے میں باہر نکلنے کی کوشش کر سکے کیونکہ میں ایک آدمی کو زخمی کر آیا ہوں، اچھا بس میں چلا۔"

حمید اس کو اسی سمت جاتے دیکھتا رہا جدھر سے گاڑی لایا تھا۔ اس نے ٹھنڈی سانس لی اور ہتھیلی سے پیشانی تھپکتا ہوا غار کے دہانے کی طرف چل پڑا۔

☆

دوسرے دن مطلع صاف تھا۔ سورج اپنی تمام تر تابناکیوں سمیت مشرق سے ابھرا تھا اور برف پگھلنے لگی تھی۔

نیلم سرائے میں صبح ہی سے ہنگامہ برپا تھا۔ کسی نے رات اس کے اسٹور میں نقب لگائی تھی اور ڈبوں میں محفوظ اغذیہ کی خاصی بڑی مقدار نکال لے گیا تھا۔

نیلم سرائے کا مالک آج پیشہ ور شکاریوں کو ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اس چوری کے بھی وہی ذمے دار ہوں حالانکہ پچھلی رات اس زخمی شکاری کی مرہم پٹی اسی نے کی تھی جو نامعلوم آدمی کی گولی کا نشانہ بنا تھا۔

لیکراس نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو وہ بپھر کر بولا۔ "دیکھو مسٹر تم غیر ملکی ہو۔ اپنے آدمیوں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تمہیں بھی مشورہ دوں گا کہ اگر تمہیں شکار کا شوق ہے تو ان کمینوں کا ساتھ چھوڑ دو۔"

"مائی ڈیئر سردار زمن!" لیکراس نرم لہجے میں بولا۔ "ہمارا کوئی آدمی اپنے ہی کسی آدمی کو کیوں زخمی کر جاتا۔ یقین کرو کہ یہ حرکت کسی دوسری پارٹی کی ہے۔ انھوں نے نقب لگائی، سامان نکالا اور اسے ناصر کی گاڑی پر لاد کر فرار ہو گئے۔"

"پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ یہاں کون ہے جو میری طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے؟"

"یہی تو ہم دیکھیں گے کہ وہ کون ہیں۔ میری پارٹی کا ایک آدمی زخمی ہوا ہے۔"

"میرا خسارہ کون پورا کرے گا؟"

"اور ہمارے خسارے کے متعلق کیا خیال ہے؟ ہم تمہارے گاہک ہیں۔ ہماری گاڑی یہیں سے غائب ہوئی ہے۔ تمہارا چوکیدار کہاں مر گیا تھا؟"

سردار زمن ڈھیلا پڑ گیا۔

ناصر پچھلی رات اتنی پی گیا تھا کہ پھر اسے اپنی سدھ ہی نہ رہی تھی اور اب بھی وہ اپنے کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا۔

اگر وہ اس وقت جاگ رہا ہوتا تو بات بڑھ جاتی۔ سردار زمن سے ضرور الجھ پڑتا۔

لیکراس، سردار زمن کو کسی قدر ٹھنڈا کرنے کے بعد اپنے کمرے میں آیا اور کھڑکی کھول کر دوربین اٹھائی اور سامنے دور تک دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف چمک رہی تھی اور حدِ نظر تک ہو کا عالم تھا۔ لیکراس کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آئے۔ اس نے دوربین ایک طرف رکھ دی اور کھڑکی کے قریب ہی کھڑا کسی سوچ میں گم رہا۔

کچھ دیر بعد وہ چونک کر دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کوئی دستک دے رہا تھا۔

"آجاؤ۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

دروازہ کھول کر اندر آنے والا ناصر تھا۔ اس کے چہرے پر پچھلی رات کی بسیار نوشی عجیب طرح کی وحشت چھوڑ گئی تھی۔

"یہ کیسا ہنگامہ ہے؟" اس نے لیکراس سے پوچھا۔

"تمہاری گاڑی کے ساتھ ہی سردار زمن کا کچھ سامان بھی غائب ہے۔ کسی نے پچھلی رات اسٹور میں نقب لگائی تھی۔"

"نقب؟"

"ہاں، وہ صرف کھانے پینے کی چیزیں لے گیا ہے۔"

"فریدی!"

"یقین کے ساتھ تو نہیں کہا جا سکتا۔" لیکراس اس کی آنکھوں

میں دیکھتا ہوا بولا "سردار زمن کے بیان کے مطابق یہ پہلا واقعہ ہے۔"

"فریدی اور صرف فریدی... کھانے پینے کی چیزیں صرف وہی لے جا سکتا ہے۔"

دفعتاً لیکراس کے چہرے کی نرمی غائب ہو گئی۔ ناصر نے اُسے محسوس کیا لیکن کچھ بولا نہیں۔

"تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ تم سے کتنی بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے۔" لیکراس نے کچھ دیر بعد خشک لہجے میں کہا۔

"ٹھہرو۔" ناصر ہاتھ اُٹھا کر بولا "میں اس وقت خود کو چڑچڑا محسوس کر رہا ہوں، تھوڑی دیر بعد گفتگو ہو گی۔"

پھر وہ دروازے کی طرف مُڑا تھا اور فرش پر زور زور سے پاؤں مارتا ہوا باہر چلا گیا تھا۔ دروازہ بھی زوردار آواز کے ساتھ بند ہوا تھا۔

لیکراس بند دروازے کو گھورتا رہا پھر آگے بڑھ کر اُسے بولٹ کر دیا۔ پھر اُس نے جیبی ٹرانسمیٹر نکالا اور اُس کا سوئچ آن کر کے مُنہ کے قریب لاتا ہوا آہستہ آہستہ بولا "ہیلو نکی... ہیلو نکی... نکی اِٹ اِز لیکراس!"

بار بار یہی الفاظ دُہراتے رہنے کے کچھ دیر بعد اُس نے کسی کی آواز سُنی۔

"یس... اِٹ از نکی سر۔"

"وہاٹ نیوز؟"

"جو گاڑی نیلم سرائے سے چُرائی گئی تھی، اس وقت ریگم بالا کی طرف جا رہی ہے لیکن اُس میں فریدی نہیں ہے۔"

"پھر کون ہے؟"

"کیپٹن حمید اور ایک سفید فام لڑکی۔"

"پی۔ سی آٹھ ہزار آٹھ سو اٹھاسی نمبر کی مرسیڈیز کی تلاش جاری رکھو، وہ فریدی کے قبضے میں ہو گی۔"

"بہت بہتر جناب!"

"ایک بار پھر سُنو... گاڑی کا نمبر ہے پی سی آٹھ ہزار آٹھ سو اٹھاسی۔"

"میں نے نوٹ کر لیا ہے جناب!"

"اوور اینڈ آل۔" لیکراس نے سوئچ آف کر دیا۔ اُس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔

تھوڑی دیر بعد دروازے پر پھر دستک ہوئی لیکراس نے بولٹ گرا کر دروازہ کھولا۔

سامنے ناصر کھڑا تھا۔ اب اُس کے چہرے پر بحالی نظر آ رہی تھی۔ وہ کمرے میں داخل ہو کر بولا "اب بات کرو۔"

"لیڈر کا خیال ہے کہ تم نے غفلت برتی ہے۔" لیکراس نے خشک لہجے میں کہا۔

"آخر کس طرح؟"

"اس مہم کے آغاز ہی پر تمھیں ہدایت دی گئی تھی کہ فریدی ایک پل کے لیے بھی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔"

"مجھے یاد ہے۔"

"پھر ایسا کیوں ہُوا؟"

"ابھی تک کوئی ایسی عینک ایجاد نہیں ہو سکی، جو آدمی کو اُلّو بنا دے۔"

"کیا مطلب؟"

"مائی ڈیئر لیکراس! اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اندھیرے میں بھی روزِ روشن کی طرح دیکھ سکے۔"

"کچھ بھی ہو اس سے دُشواریاں بڑھ جائیں گی۔"

"سُنو دوست! مَیں شکاری ہُوں... یا شکار کرتا ہُوں یا شکار ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ تیسری بات ہماری زندگی میں کبھی نہیں ہوتی۔"

"ٹھیک کہتے ہو۔" وہ ناصر کو گھورتا ہُوا بولا "اس مہم کے سلسلے میں تمھارا انتخاب موزوں نہیں تھا۔"

"اگر لیڈر کا حکم ہوتا تو مَیں فریدی کو گولی مار دیتا۔ محض نگرانی کے لیے تم کسی کتے کا بھی انتخاب کر سکتے تھے۔"

"خیر... خیر... اب اُسے بھول جاؤ۔" لیکراس مُسکرایا۔

"اب کیا کرنا ہے۔"

"فی الحال آرام۔"

"سمجھا۔ گویا اب مجھے یہاں نظر بندی کی ایک مدّت بھی گزارنی پڑے گی؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔"

"مجھے بہلانے کی کوشش نہ کرو۔"

"اچھا تو پھر جہاں دل چاہے چلے جاؤ۔" لیکراس کا لہجہ نرم ہی تھا۔

"یہ بات ہے۔" ناصر، لیکراس کی آنکھوں میں دیکھتا ہُوا مُسکرایا۔

اس حرکت پر لیکراس اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔ دفعتاً وہ ہنس پڑا اور بولا "جانتے ہو، وہ گاڑی اس وقت کہاں ہے جو پچھلی رات تمھارے قبضے میں تھی؟"

"کہاں ہے؟"

"ریگم بالا کی طرف جا رہی ہے۔"

"فریدی؟"

"نہیں، اُس کا اسسٹنٹ اور وہ لڑکی جس کا ذکر تم نے کیا تھا۔"

"یہ تو بہت بُرا ہُوا۔ یہ اُس کی بہت پُرانی تکنیک ہے۔ جب وہ اپنے اسسٹنٹ کا ساتھ چھوڑ جائے تو سمجھ لو کہ جُھنڈ سے بچھڑے ہوئے بھیڑیے ہی کی طرح خوفناک ہو جائے گا۔"

"پھر مَیں نے کچھ دیر پہلے یہی بات کہی تھی تو تمھیں اتنا بُرا کیوں لگا تھا؟" لیکراس طویل سانس لے کر بولا "لیڈر یہی چاہتا تھا کہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہونے پائے اور ہم اُسے گھیر کر پکڑ لیں۔"

ناصر کچھ نہ بولا۔

لیکراس نے الماری کھول کر شراب نکالی اور دو گلاس میز پر رکھ دیے، اس طرح اُسے مزید دوستانہ ماحول پیدا کرنے میں آسانی ہو گئی۔

پھر وہ خاموشی سے پینے لگے تھے۔ کچھ دیر بعد ناصر بولا "اگر فریدی اُس گاڑی میں نہیں ہے تو پھر انھی اطراف میں ہو گا۔ ہمیں محتاط رہنا چاہیے۔"

حمید نے ایک جگہ گاڑی روک دی۔ وہ اس علاقے سے کبھی کے نکل آئے تھے، جہاں پچھلی رات برف باری ہوئی تھی... لیکن ریگم بالا "ہنوز دلی دُور است" کی کہانی بن کر رہ گیا تھا۔

گاڑی رُکتے ہی ریما چونک کر بولی "کیا ہم ریگم بالا پہنچ گئے؟"

"اگر اس ویرانی کا نام ریگم بالا ہے تو یقیناً پہنچ گئے ہوں گے۔" حمید نے جھنجلا کر جواب دیا۔

سُورج طلوع ہو چکا تھا اور حمید کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہوتی جا رہی تھیں۔ پوری رات سفر ہی میں تو گزری تھی۔

ریما ہونٹ بھینچے خاموش بیٹھی رہی۔

"مَیں پچھلی سیٹ پر سونے جا رہا ہُوں۔" حمید آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے گھورتا ہُوا بولا "اب تم اسٹیئرنگ سنبھالو۔"

"ہرگز نہیں! مَیں صرف اپنے دیکھے بھالے راستے ہی پر گاڑی چلا سکتی ہُوں۔"

"تو پھر جہنم میں جاؤ۔" حمید نے کہا اور دروازہ کھول کر نیچے اُتر آیا۔ گاڑی اُس نے پہلے ہی بائیں جانب والی ڈھلان میں اُتار کر ایک مسطح جگہ پر روکی تھی۔

پچھلی سیٹ پر بیٹھتے وقت اُس نے ریما سے کہا تھا "ڈکّی میں گوشت اور مچھلی کے ڈبّے موجود ہیں۔ بھوک لگے تو کھا لینا۔"

"مَیں گوشت ہرگز نہیں کھاؤں گی۔"

"دو چار ڈبّے پھلوں کے بھی ہیں۔"

"مجھے کچھ نہیں چاہیے لیکن مجھے تنہا چھوڑ کر تم خراٹے نہیں لے سکتے، سمجھے۔" ریما نے تیز لہجے میں کہا۔

"میرے خراٹے تمھارے سکون میں خلل انداز نہیں ہو سکیں گے۔ تم مزید سکون کی تلاش جاری رکھنا، گڈ بائی۔" حمید نے آنکھیں بند کر لیں۔

"نہیں۔" ریما نے مُڑ کر اُسے جھنجوڑا۔

"اے ہاتھ نہ لگاؤ میرے جسم کو... نامحرم عورت۔"

"نامحرم... نامحرم کیا۔ اب تم مجھے اپنی زبان میں گالیاں دے رہے ہو؟"

"یہی سمجھ لو، سونے دو مجھے۔"

"نہیں پہلے تم مجھے نامحرم کا مطلب بتاؤ گے۔"

"شراب کی بوتل کو کہتے ہیں۔"

"غلط کہہ رہے ہو، کچھ اور مطلب ہو گا۔"

"چلو کچھ اور ہی ہو گا، اب پیچھا چھوڑو۔"

پھر وہ اُسے جھنجوڑتی ہی رہ گئی تھی اور حمید بے خبر سو گیا تھا لیکن دوبارہ آنکھ کھُلی تو جھنجوڑے جانے کی نوعیت ہی بدلی ہوئی پائی تھی۔

یہ ریما نہیں تھی، جس نے اُسے جھنجوڑ کر جگایا تھا بلکہ ایک طویل قامت اور اِبابیل مونچھوں والا فوجی تھا۔ اُس کے پیچھے دو آدمی اور بھی تھے۔ اُن کے جسموں پر بھی فوجی وردیاں تھیں۔

"کیا بات ہے؟" حمید نے بڑی مونچھ والے کو گھورتے ہوئے دریافت کیا۔

"گاڑی کی کتاب اور ڈرائیونگ لائسنس دکھائیے۔"

حمید نے ریما کی طرف دیکھا۔ وہ اگلی سیٹ پر تھی اور اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

"اوہو۔ رینجر رنے ٹریفک پولیس کی ذمّے داریاں کب سے سنبھال لی ہیں؟" حمید نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں کہا۔

"مَیں پاس بُک مانگ رہا ہُوں۔" رینجر غرّایا۔

"اماں تو اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔" حمید نے گاڑی سے اُترتے ہوئے کہا اور پھر اگلی سیٹ پر جا بیٹھا۔

"کنجیوں کا چھلّا کہاں گیا؟" حمید نے اگنیشن سوئچ کو گھورتے ہوئے ریما سے پوچھا۔

"مَیں کیا جانوں۔"

"میں نے کنجی اگنیشن ہی میں چھوڑ دی تھی۔" وہ ڈیش بورڈ کے مقفل خانوں کو پُرتشویش نظروں سے دیکھتا ہوا بولا پھر ریما پر اُلٹ پڑا۔ "تم بہت بے پروا ہو، اب بتاؤ میں کنجیاں کہاں تلاش کروں، پاس بک اور دوسرے کاغذات انھی خانوں میں بند ہیں۔"

ریما کے ہونٹ ہلے لیکن آواز نہ نکلی۔ حمید کا لہجہ ایسا ہی تھا جیسے اپنی بے پروا بیوی سے ہمکلام ہو۔

"بس حضور!" رینجر ہاتھ اُٹھا کر زہریلے لہجے میں بولا۔ "اب چُپ چاپ وہ اوزار نکال لیجیے، جس سے جناب نے انجن اسٹارٹ فرمایا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

دفعتاً رینجر نے ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک مسروقہ گاڑی ہے، تم دونوں خاموشی سے پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

حمید نے سوچا یہ تو بہت بُرا ہُوا۔ اب شاید یہ لوگ اپنی چوکی پر لے جائیں گے۔ کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی تھا۔ اُس نے ریما کو اگلی سیٹ چھوڑ دینے کا اشارہ کیا اور خود بھی نیچے اُتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولنے لگا۔

"نہیں ٹھہرو۔" رینجر بولا۔ "اپنے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھاؤ۔"

حمید نے چپ چاپ تعمیل کی لیکن جیسے ہی ایک سپاہی اُس کی جامہ تلاشی کے لیے آگے بڑھا، اُس نے ہاتھ نیچے گرا دیے اور بولا۔ "یہ ناممکن ہے، تم مجھے گولی مار دو۔"

"کیا مطلب؟"

"میں کسی نامحرم کو اپنے جسم میں ہاتھ نہیں لگانے دوں گا۔"

اُس سپاہی نے دانت نکال دیے، جو تلاشی کے لیے آگے بڑھا تھا۔

"جو کہا جا رہا ہے کرو، ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔" ریوالور والے نے کہا۔

"گاڑی کی کنجی اس جیب میں ہے نکال لو۔" حمید سپاہی سے بولا۔ "اس کے علاوہ تم سے کوئی اور حرکت سرزد ہوئی تو نتیجے کے تم خود ذمے دار ہوگے۔"

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" دفعتاً ریما بڑبڑائی۔

تینوں رینجر اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور حمید نے بڑی پھرتی سے گاڑی کی کنجی جیب سے نکال کر زمین پر گرا دی۔ وہ جامہ تلاشی سے بچنا چاہتا تھا۔ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کا شناختی کارڈ دیکھ سکیں یا بغلی ہولسٹر میں موجود سروس ریوالور اُن کی نظروں میں آ سکے۔

"تم لوگ غلط فہمی میں مُبتلا ہو۔ یہ گاڑی میں نے اپنے ایک شکاری دوست سے عاریتاً لی ہے۔" حمید نے ریوالور والے کو مخاطب کر کے کہا۔

"تمھیں ہماری چوکی تک ہر حال میں چلنا پڑے گا۔" رینجر بولا۔

"میں کہیں بھی چلنے کو تیار ہوں لیکن جامہ تلاشی نہیں لینے دوں گا۔ اس کا اختیار تمھارے آفیسر کو ہوگا۔"

"ان دونوں کو جیپ میں لے چلو۔" ریوالور والے نے دونوں سپاہیوں سے کہا اور خود جُھک کر حمید کی پھینکی ہوئی کنجی اُٹھانے لگا۔

اُن کی جیپ سڑک پر کھڑی تھی۔ دونوں سپاہی اُنھیں جیپ کی طرف لے چلے۔

اُنھیں پچھلی سیٹ پر بٹھایا گیا تھا۔ ایک سپاہی بھی حمید کے برابر بیٹھ گیا اور دوسرے نے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ تیسرا حمید والی گاڑی اسٹارٹ کر کے سڑک پر لا رہا تھا۔

جیپ اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھی اور ریما منمنائی۔ "اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"سکون کی تلاش میں۔" حمید بولا۔

"تم مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو؟"

"پریشان تو اب یہ لوگ کریں گے۔"

"یہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟"

"سرحدوں کے محافظ ہیں۔ اُنھوں نے ہم پر الزام لگایا ہے کہ ہم کسی کی گاڑی چُرا لائے ہیں۔"

"تو کیا سچ مچ وہ گاڑی چُرائی ہوئی تھی؟"

"اور نہیں تو کیا اس ویرانے میں گاڑیوں کی تجارت ہوتی ہے؟"

"اب کیا ہوگا؟"

"ان کے ٹھکانے پر ہی پہنچ کر معلوم ہو سکے گا۔"

☆

فریدی غار سے باہر نکلا۔ اس وقت وہ نیلم سرائے سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ رات اُس نے یہیں بسر کی تھی۔ اُسے یقین تھا کہ اس وقت وہ لوگ اُس کی تلاش میں ضرور نکلے ہوں گے۔

اُس نے پوستین کی اندرونی جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا۔ اُس کا سوئچ آن کر کے اُسے مُنہ کے قریب لایا۔

"ہیلو... بلیک ٹو تھری نائین۔ ہیلو ہیلو... اٹ از ہارڈ اسٹون... ہیلو... بلیک ٹو تھری نائین... ہارڈ اسٹون کالنگ۔"

"اٹ از ٹو تھری نائین سر۔" ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔

"وہاٹ نیوز؟"

"سڑک پر کچھ بھی نہیں مل سکا جناب! آپ کی بتائی ہوئی جگہ سے ریگم بالا تک کہیں کوئی لاش نہیں ملی، البتہ موٹیل بالکل راکھ کا ڈھیر ہو چکا ہے۔ اکرام کی تلاش جاری ہے، اوور..."

"میرا خیال ہے کہ تمھیں اُس راکھ کے ڈھیر میں چھ عدد جلی ہوئی لاشیں ضرور ملیں گی... اوور...!"

"ٹیکم گڑھ کے فائر بریگیڈ کا عملہ کام کر رہا ہے... اوور...!"

"اوور اینڈ آل۔" فریدی نے کہا اور ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر دیا۔

یہ ایک تنگ سا درّہ تھا، جہاں دُھوپ کا گزر تو نہیں تھا لیکن اندازہ کیا جا سکتا کہ آسمان کا کیا رنگ ہوگا۔

وہ پھر غار میں واپس چلا آیا۔ اپنے آدمیوں سے اُس نے پچھلی رات ہی رابطہ قائم کر لیا تھا اور ضروری معلومات فراہم کی تھیں۔ ٹھیک دس منٹ بعد پھر وہ غار سے باہر آیا اور ٹرانسمیٹر پر پھر کسی سے رابطہ قائم کیا۔

"اُنھیں رینجرز نے پکڑ لیا ہے اور اپنی چوکی کی طرف لے جا رہے ہیں۔" ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ "رینجرز کو ایک مسروقہ کار پر نظر رکھنے کا حکم ملا تھا... اوور...!"

"اُن دونوں پر نظر رکھو، کوشش کرو کہ چوکی سے اُن کا چھٹکارا ہو جائے اور ذہن نشین کرو کہ اُسے اُنھیں اپنا شناختی کارڈ نہ دکھانا پڑے... اوور۔"

"اگر وہ لوگ چوکی پر پہنچ گئے تو بے حد مشکل ہوگا... اوور۔"

"تو پھر اُنھیں اس سے پہلے ہی روکنے کی کوشش کرو۔ وہ چوکی پر نہ پہنچنے پائیں... اوور۔"

"بہت بہتر جناب، کوشش کی جائے گی... اوور!"

"مجھے مطلع کر دینا... اوور... اینڈ آل...!" فریدی نے کہا اور سوئچ آف کر دیا۔

اب اُسے جلد ہی یہ جگہ چھوڑ دینی تھی۔

درّے سے نکل کر وہ کُھلے میں آیا۔ چاروں طرف دُھوپ بکھری ہوئی تھی اور برف پگھلنے لگی تھی۔ وہ ایسے راستوں پر چل رہا تھا، جہاں سے نیلم سرائے کی عمارت کا سامنا نہ پڑتا ہو۔ زمین ہموار نہیں تھی پھر بھی وہ تیز رفتاری برقرار رکھے ہوئے تھے۔ بار بار گھڑی پر نظر بھی پڑتی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُسے کسی مقررہ وقت پر کہیں پہنچنا ہو۔ پانچ منٹ بعد وہ رُک گیا ایک بار پھر جیبی ٹرانسمیٹر نکالا اور اُس کا سوئچ آن کر کے بولا۔ "ہیلو... تھری سکس... ہیلو تھری سکس... ہارڈ اسٹون کالنگ... ہیلو... تھری سکس؟"

"یس سر۔" ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ "اٹ از تھری سکس۔"

"ہارڈ اسٹون... ایٹ فکسڈ اسپاٹ۔"

"اوکے سر۔"

اُس نے سوئچ آف کر دیا اور ٹرانسمیٹر کو جیب میں ڈالتے ہوئے وہیں ایک پتھر سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

تقریباً تیس یا چالیس فٹ نشیب میں وہ راستہ تھا، جو مشرق کی سمت نیلم سرائے کے قریب سے گزرتا ہوا ریگم بالا والی سڑک سے جا ملتا تھا۔ اس پر زیادہ تر پیدل یا ٹٹوؤں پر سفر کرنے والے نظر آتے تھے، کبھی کبھی ایک آدھ بار برداری کا ٹرک بھی دکھائی دے جاتا۔

فریدی پتھر سے ٹکا کھڑا اس راستے پر دُور تک نظر دوڑاتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک ٹرک جنوب سے آتا دکھائی دیا۔ فریدی سیدھا کھڑا ہو کر شاید اس کے قریب پہنچنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔

ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ کی کھڑکی سے ایک ہاتھ برآمد ہُوا جس میں سفید رُومال تھا۔

فریدی ہاتھ ہلاتا ہُوا نیچے اُترنے لگا۔ ٹرک رُک گیا تھا۔ وہ باربرداری والے حصّے میں جا چڑھا اور ٹرک پھر حرکت میں آ گیا۔ ٹرک پر کئی کریٹ بار تھے، جن میں مُرغیاں تھیں۔ ایک گوشے میں ایک سُوٹ کیس بھی نظر آیا۔ فریدی کریٹوں کی اوٹ میں ہو کر سُوٹ کیس کھولنے لگا۔ اُس میں سے ضروریات کی کچھ چیزیں اور میک اَپ کا سامان برآمد ہُوا۔

☆

ڈائننگ ہال میں ناصر اور لیکراس کسی کے منتظر تھے اور لیکراس کہہ رہا تھا۔ "میں اُس کے ساتھ چلا جاؤں گا۔ تم یہیں مقیم رہو گے۔ مناسب وقت پر تمھیں کوئی خاص اطلاع ملے گی اسی کے مطابق عمل کرنا۔"

"میں غلط تو نہیں کہہ رہا تھا کہ اب تم لوگ مجھے نظر بند کر دینا چاہتے ہو؟" ناصر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"تم پھر بہکنے لگے۔" لیکراس کا لہجہ بھی کسی قدر سخت تھا۔

"اچھا اچھا۔" ناصر سر ہلا کر بولا۔ "دیکھا جائے گا۔"

"اگر تم نے اس کے خلاف کیا تو نتیجے کے خود ذمے دار ہوگے۔"

ناصر نے اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے صدر دروازے کی طرف گھُورتا رہا۔

کچھ دیر بعد دروازہ کُھلا اور ایک سفید فام غیر ملکی اندر داخل ہُوا۔ لیکراس نے ہاتھ اُٹھا کر اُسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ وہ

اُن کے قریب پہنچ کر لیکر اس سے بولا "جلدی چلو، میں یہاں بیٹھ نہیں سکوں گا۔"

لیکر اس اُٹھ گیا۔ ایک چھوٹا سوٹ کیس اُس کے پیروں کے قریب ہی رکھا ہوا تھا جسے اُٹھا کر وہ نو وارد کے ساتھ باہر چلا گیا۔

نو وارد ناصر کے لیے قطعی اجنبی تھا۔ اُس نے بے پروائی سے مہمانوں کو جنبش دی اور کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگا جہاں نیلم سرائے کا مالک ملازموں پر برس رہا تھا۔

بات بات پر آپے سے باہر ہو جانے والا یہ آدمی ویسے بھی خونخوار شکل والا تھا اور اُسے اس کی پروا نہیں ہوتی تھی... کہ گاہکوں پر اُس کی بدمزاجی کا کیا اثر پڑے گا۔

ناصر کو اس سے شدید نفرت تھی اور آئے دن اس سے سابقہ پڑتا ہی رہتا تھا لیکن دونوں کے درمیان ابھی تک اتنی بات نہیں بڑھی تھی کہ وہ آستین چڑھا کر ایک دوسرے کے مقابل آجاتے۔ ویسے ناصر کی خواہش تھی کہ کبھی بات اس حد تک بڑھ جائے۔

اسٹور میں نقب زنی کے سلسلے میں اس کے تیور کڑے ضرور ہوئے تھے لیکن ناصر کو لیکر اس کی وجہ سے دب جانا پڑا تھا۔ خود ناصر بھی چھیڑ چھیڑ کر لڑنے والوں ہی میں سے تھا لہٰذا اسے یقین تھا کہ کبھی نہ کبھی بات ضرور بڑھ جائے گی۔

دفعتاً صدر دروازہ پھر کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے اُن میں سے ایک معمر تھا اور دوسرا جوان اور تنومند۔ اُس کی آنکھوں میں عجیب سی وحشیانہ چمک تھی۔ وہ دونوں کاؤنٹر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

بوڑھے آدمی نے مالک سے کہا "خان مرغیوں کے کریٹ ٹرک سے اُتروانو۔"

"اوہ، آگئے تم۔" وہ دانت پیس کر بولا "لیکن تم کون ہو، وہ خبیث کہاں ہے جو پچھلی بار تین مُردہ مرغیاں گلے لگا گیا تھا۔"

"خان! وہ آج کل دوسرے رُوٹ پر چل رہا ہے۔"

"میں تو تم سے وصول کروں گا وہ مرغیاں۔"

"یہ کیسے ممکن ہے خان۔ ویسے میں تمہاری شکایت ٹھیکیدار تک پہنچا دوں گا۔"

"شکایت کے بچے تم تین مرغیاں دیے بغیر یہاں سے نہیں جا سکو گے۔"

"زبان سنبھال کے بات کرو۔" بوڑھے کے ساتھی نے مالک کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تم کون ہو؟" مالک کاؤنٹر پر گھونسا مار کر دہاڑا۔

"میں کوئی بھی ہوں۔" تنومند جوان سرد لہجے میں بولا "تمہیں نامناسب بات نہیں کہنی چاہیے۔"

"خاموش رہو۔" وہ پھر کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر دہاڑا "ورنہ اُٹھوا کر باہر پھینکوا دوں گا۔"

"اوہ۔" تنومند جوان چاروں طرف دیکھتا ہوا حقارت سے مُسکرایا پھر بولا "یہاں تو کوئی بھی ایسا نظر نہیں آتا، جو مجھے اُٹھا کر باہر پھینک سکے۔"

ناصر نے اُس کا یہ جملہ سُنا اور خواہ مخواہ کھول اُٹھا۔ اُسے نیلم سرائے کے مالک سے نفرت تھی لیکن پتا نہیں کیوں اُسے اس آدمی پر غصہ آگیا، جو مالک کو چٹکیوں میں اُڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر کاؤنٹر کے قریب آیا اور غرا کر بولا "تم لوگ آخر بات کیوں بڑھا رہے ہو، چُپ چاپ تین مرغیاں سردار زمن کے حوالے کر دو۔"

"حرام کی آتی ہیں مرغیاں۔" تنومند جوان اُسے نیچے سے اُوپر تک دیکھتا ہوا بولا۔

بوڑھا خاموش کھڑا تھا جوان کے اس جواب پر ناصر کو طیش آگیا۔ وہ غراتا ہوا اُس کی طرف جھپٹا۔

"پیچھے ہٹو۔" جوان نے ہاتھ بڑھا کر اُسے دھکا دیا اور وہ کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

اور پھر تو وہ غصے سے پاگل ہو گیا تھا۔ دوسری بار اُس نے اُس پر وحشیانہ انداز میں چھلانگ لگائی لیکن جوان بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ گیا اور ناصر اپنے ہی زور میں کاؤنٹر سے جا ٹکرایا۔ پھر انتہائی غصے کے عالم میں بھی اُسے شدید خطرے کا احساس ہوا تھا اور سوچنے لگا تھا کہ اب کوئی بیچ بچاؤ ہی کرا دیتا تو بہتر ہوتا کیونکہ یہ اجنبی نہ صرف طاقت ور بلکہ بے حد پھرتیلا بھی ثابت ہوا تھا۔

اُدھر دفعتاً سردار زمن کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوئی اور وہ ہاتھ اُٹھا کر بولا "بس بس یہاں نہیں، یہ بھٹیار خانہ نہیں ہے اگر تمہیں زور آزمائی ہی کرنی ہے تو باہر کھلے میں چلو۔"

ناصر کی زبان سے اس کے لیے گالی نکلتے نکلتے رہ گئی، جس شخص کی حمایت میں خواہ مخواہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کا یہ رویہ... لعنت ہے۔

"میں تیار ہوں۔" جوان مُسکرا کر بولا "لیکن ایک شرط کے ساتھ۔"

"چلو شرط بھی بتاؤ۔ میں نے بہت دنوں سے مرغوں کی لڑائی نہیں دیکھی۔"

"اگر یہ میرے ہاتھوں پٹ گیا تو میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں

گا۔ مجھے ایک باربردار کی ضرورت ہے۔"

ناصر کو اس وقت اپنی رگوں میں خون کی بجائے چنگاریاں سی دوڑتی محسوس ہو رہی تھیں لیکن وہ ایک پیشہ ور شکاری بھی تھا۔ اس سلسلے میں اُس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو یہاں سے بھاگ نکلو۔

دفعتاً اُس نے ریوالور نکالا اور اُچھل کر پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ "خبردار کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔"

جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ ناصر اُلٹا چلتا ہوا صدر دروازے کی طرف جا رہا تھا۔

اُس نے اجنبی جوان کی آنکھوں میں تمسخر محسوس کیا۔ اُس کے ہونٹوں پر طنزیہ سی مُسکراہٹ بھی تھی۔ البتہ سردار زمن سختی سے ہونٹ بھینچے بیٹھا تھا۔

ناصر نے بایاں ہاتھ پیچھے لے جا کر دروازہ کھولا اور اُلٹے پاؤں ہی باہر نکلا پھر بڑی تیزی سے اُس ٹرک کی طرف دوڑا جو سامنے کھڑا تھا۔ خیال یہ تھا کہ ٹرک کی اوٹ سے مقابلہ کر سکے گا اگر کسی نے اُسے روکنے کی کوشش کی لیکن پھر اگنیشن سوئچ میں کنجی لگی دیکھ کر فوری طور پر ٹرک ہی لے بھاگنے کا فیصلہ کر لیا۔

ٹرک کے پچھلے حصے میں مرغیاں کڑکڑا رہی تھیں۔ اُس نے بڑی پھرتی سے انجن اسٹارٹ کر کے گیئر بدلا اور ٹرک شور مچاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اب وہ اندھا دھند ایکسلریٹر پر دباؤ بڑھائے جا رہا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس وقت نیلم سرائے میں کوئی ایسی گاڑی موجود نہیں جسے وہ لوگ اس کے تعاقب کے لیے استعمال کر سکیں۔

وہ جلد سے جلد ریگم بالا والی سڑک پر پہنچ جانا چاہتا تھا۔

دفعتاً اُس نے کسی کو کہتے سُنا "مجھے ایک ایسے ہی مشاق آدمی کی ضرورت تھی... اررر... مُڑ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں ورنہ کسی کھڈ میں جا پڑو گے۔"

آواز اُسی اجنبی جوان کی تھی جس سے جھگڑے کی بنا پر اس اقدام کی نوبت آئی تھی۔

ٹھنڈی سی لہر ناصر کے سارے جسم میں دوڑ گئی۔ وہ کچھ نہ بولا۔ ٹرک کے پچھلے حصے سے پھر آواز آئی "اب دیکھنا یہ ہے کہ تم مجھے کہاں تک لے جاتے ہو؟"

ناصر نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "بات اس حد تک خواہ مخواہ بڑھی لیکن تم نے دیکھا سردار زمن کتنا کمینہ آدمی ہے۔ میں نے اُس کی حمایت میں تم سے جھگڑا مول لیا اور وہ کتنا مرغوں کی لڑائی دیکھنا چاہتا تھا۔ اب یہی دیکھو تین مرغیاں۔"

"مرغیوں کی بات رہنے دو۔" آواز آئی "تین کی بجائے اُسے تیس مرغیاں بھی دی جا سکتی تھیں بشرطیکہ تم اتنی آسانی سے ہاتھ آجاتے۔"

"میں تم سے خائف نہیں ہوں، سمجھے۔" ناصر جھنجلا کر بولا "بس اس مردود کو خوش ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔"

"فریدی کے پنجے سے نکل جانا اتنا آسان نہیں ہے ناصر!" اس بار آواز بدلی ہوئی تھی اور ناصر نے فریدی کی آواز صاف پہچان لی۔

اب اسٹیئرنگ پر اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور دل اُچھل اُچھل کر حلق میں آتا محسوس ہو رہا تھا۔

جیپ سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی اور حمید عقب نما آئینے میں وہ گاڑی بھی دیکھ رہا تھا، جس پر پچھلی رات سفر کرتا رہا تھا۔ جیپ سے اُس کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں تھا۔

"کیا تم مجھے پائپ پینے کی اجازت دو گے؟" حمید نے برابر بیٹھے ہوئے رینجر سے پوچھا۔

"ضرور... ضرور!" جواب ملا اور پھر قدرے توقف کے ساتھ رینجر نے پوچھا "کیا یہ لڑکی اُردو سمجھ سکتی ہے؟"

"میں اسے ضرور اُردو پڑھاؤں گا۔ اُس کی شکل مجھے کچھ مغلانیوں کی سی لگتی ہے۔" حمید نے جواب دیا۔

"میرے سوال کا جواب دو۔ کیا یہ اُردو سمجھ سکتی ہے؟"

"قطعی نہیں۔"

"اچھا تو بتاؤ اس سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"یار تم نرے گھامڑ لگتے ہو۔"

"زبان سنبھال کر بات کرو۔"

"بے وقوفی کی باتیں کرو گے تو ضرور کہوں گا۔"

"اس میں بے وقوفی کی کیا بات ہے؟" رینجر ناخوشگوار لہجے میں بولا۔

"یہ نہ میری ماں ہو سکتی ہے اور نہ بہن!"

"بے وقوفی کی بات تم کر رہے ہو۔ کیا یہ تمہاری بیوی نہیں ہو سکتی؟"

"بیوہ ہو سکتی ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا "کیونکہ میں نکاح پڑھتے ہی مر جاؤں گا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔"

"اچھا تو نہیں مروں گا، کرو میری شادی کا انتظام۔"

"چوکی پہنچ کر بارات سجائیں گے تمھاری۔"

"شکریہ۔" حمید نے کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"یہ کیوں گرم ہو رہا ہے؟" ریما نے اس سے پوچھا۔

"میں زحمت میں پڑ گیا ہوں۔ نہ تم اس کی زبان سمجھ سکتی ہو اور نہ یہ تمھاری زبان سمجھ سکتا ہے۔ میں خواہ مخواہ مترجم بن کر رہ جاؤں گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم ان لوگوں سے نرمی سے پیش آؤ۔"

"ہرگز نہیں آ سکتا کیونکہ اس نے بات ہی ایسی کہی ہے۔"

"کیا بات ہے؟"

"کہہ رہا تھا کہ چوکی پہنچ کر تم دونوں کی شادی کر دیں گے۔"

"بکواس نہ کرو۔"

"ہمارے یہاں شادی کو بکواس نہیں کہتے بلکہ بکواس تو شادی کے بعد شروع ہوتی ہے۔"

"تم ایسی فضول باتیں کرو گے تو میں بالکل خاموش ہو جاؤں گی۔"

"بالکل خاموش ہو گئیں تو یہ لوگ مجھے بھی تمھاری ہی قبر میں دفن کر دیں گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"ہمارے یہاں ایک غیر شادی شدہ جوڑا سفر نہیں کر سکتا۔"

"یہ تو زبردستی ہے۔"

"ان کا خیال ہے کہ ایسی صورت میں شیطان کا ولیمہ ہو جاتا ہے۔"

"ولیمہ کیا؟"

"ویڈنگ فیسٹ!"

"یا تو تمھارا دماغ چل گیا ہے یا ابھی تمھاری نیند پوری نہیں ہوئی۔" ریما اکتا کر بولی۔

"دونوں باتیں درست ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد رینجر نے حمید سے پوچھا "اسے کہاں سے بھگا کر لائے ہو؟"

"رحم مادر سے۔"

"رحم مادر کون سا شہر ہے؟ میں نے تو پہلے نام نہیں سنا۔"

"یار اب خاموش رہو، ورنہ میں ہنستے ہنستے بے ہوش ہو جاؤں گا۔"

"چوکی پہنچ کر شاید تمھیں بے ہوش ہی ہونا پڑے۔ گالیاں دے رہے ہو مجھے مادر... وادر... خیر خیر... دیکھیں گے۔"

"اے نیک بخت یہ گالی نہیں بلکہ ہم سب کا وطن مالوف ہے۔"

"بس چپ رہو، ورنہ ٹھیک کر دوں گا۔"

"تمھاری مرضی، میں تو تمھاری معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا تھا۔"

ریما بول پڑی "کیا تم کسی بات پر اسے غصہ دلانے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"بالکل نہیں، میں تو اس سے کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے ابھی تک ناشتہ نہ کیا ہو تو اب کر لو۔"

"تم پتا نہیں کس قسم کے آدمی ہو۔"

"میں بھی سکون کی تلاش میں نکلا ہوں لہٰذا سب ٹھیک ہے۔"

"اگر تمھاری ان حرکتوں کی بنا پر میں کسی دشواری میں پڑ گئی تو... اوہ میرے خدا۔" دفعتاً وہ اچھل پڑی۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"میرے کاغذات... خدایا اب کیا ہوگا؟"

"کیسے کاغذات؟"

"میرا پاسپورٹ اور دوسرے ضروری کاغذات، وہ اسی سوٹ کیس میں تھے، جو مریڈیز میں رہ گیا تھا۔ خدا غارت کرے اس موٹے آدمی کو۔"

"خدا نے پہلے اس کی بیوی کو غارت کر دیا تھا لہٰذا اب خود اس کے غارت ہونے کا ایک فیصد بھی امکان نہیں۔"

"نہیں، بتاؤ میں کیا کروں؟"

"جب بھی ایک کپ کافی میسر آ گئی تمھیں بتا دوں گا کہ اب تمھیں کیا کرنا چاہیے۔"

اچانک جیپ کے ڈرائیور نے پورے بریک لگائے اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے ساری کائنات تلے اوپر ہو کر رہ گئی ہو کیونکہ اس کا سر اگلی سیٹ سے ٹکرایا تھا اور اگر وہ پورے بریک نہ لگاتا تو جیپ اس ٹرک سے جا ٹکرائی ہوتی، جو سڑک پر آڑا کھڑا تھا۔ کسی طرف سے بھی بچا کر نکال لے جانے کی گنجائش نہیں تھی۔ پچھلی گاڑی کے بریک بھی چرچرائے تھے۔

وہ سب اتر پڑے۔ ٹرک میں کوئی بھی نظر نہ آیا۔ اس کا ایک اگلا ٹائر فلیٹ تھا۔

رینجرز کے آفیسر نے ٹرک والوں کو آوازیں دینی شروع کر دیں لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا پھر وہ اسی تگ و دو میں لگ گئے تھے کہ کسی طرح ٹرک کو ہٹایا جائے۔ دفعتاً ایک گرجدار آواز سنائی دی "تم سب اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

حمید نے مڑ کر دیکھا۔ چار آدمی چٹانوں کی اوٹ سے نکلے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ٹامی گنیں تھیں اور چہرے نقابوں میں چھپے ہوئے تھے۔

رینجرز نے متحیرانہ انداز میں اپنے ہاتھ اٹھا دیے۔

چاروں نقاب پوشوں میں سے ایک آگے بڑھ کر حمید سے بولا "تم دونوں کو ہمارے ساتھ چلنا ہے، ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔"

"آپ کون ہیں جناب عالی؟" حمید نے بڑے ادب سے دریافت کیا۔

"تمھیں اس سے سروکار نہیں ہونا چاہیے اگر مزاحمت کی تو سینہ چھلنی ہو جائے گا۔"

"جیسے آپ کی مرضی جناب عالی، اب تو ستارے گردش میں آ ہی چکے ہیں۔" حمید نے کہا اور ریما سے بولا "اب یہ لوگ ہم دونوں کو کہیں لے جانا چاہتے ہیں۔"

دفعتاً رینجرز کا آفیسر کڑک کر بولا "تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟"

"یہ ہمارے قیدی ہیں اور ہم خود انھیں سزا دیں گے۔" اسی نقاب پوش نے جواب دیا، جو حمید سے گفتگو کرتا رہا تھا۔

"تم لوگ ہو کون؟"

"احمقانہ سوال! اگر یہی ظاہر کرنا ہوتا تو نقابیں کیوں استعمال کی جاتیں؟"

"فلسفی معلوم ہوتے ہو۔" حمید بولا۔

"یہ اسٹیٹ کا مجرم ہے۔" رینجرز کے آفیسر نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہم لوگ بھی شریف آدمی نہیں ہیں۔ اچھا بحث بند... تم دونوں ٹرک کے پیچھے چلو۔"

حمید اور ریما چل پڑے۔ ٹرک کی دوسری طرف ڈھلان میں ایک چھوٹا سا موڑ تھا۔

"چلو، چلتے رہو۔" پشت سے حکم ملا۔

"ہمارا بیٹھ رہنے کا ارادہ نہیں لہٰذا خواہ مخواہ الفاظ نہ ضائع کرو۔" حمید بدستور چلتا ہوا مڑے بغیر بولا۔ پھر وہ اس موڑ سے گزرے ہی تھے کہ سامنے انھیں ایک کار کھڑی نظر آئی۔ کار میں کوئی بھی نہیں تھا۔

اتنے میں نقاب پوش حمید کے بالکل قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا "کنجی اگنیشن سوئچ میں موجود ہے جناب کپتان صاحب اور ایک سوٹ کیس میں جو پچھلی سیٹ پر رکھا ہوا ہے ایک برقع اور میک اپ کا سامان بھی موجود ہے۔ خاتون کو برقع اڑھائیے اور اپنی شکل میں معمولی سی تبدیلی کیجیے۔"

"اوہم۔" حمید نے طویل سانس لی۔

"ہم ان رینجرز کو آدھے گھنٹے سے زیادہ نہیں روک سکیں گے۔ اسے بھی ذہن میں رکھیے گا۔"

"فکر نہ کرو، ٹھیک ہے۔" حمید نے کہا اور ریما کا بازو پکڑ کر گاڑی کی طرف لے آیا۔ "چلو بیٹھ جاؤ۔"

"آخر یہ ہو کیا رہا ہے؟"

"باتوں کا وقت نہیں، چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔"

دونوں اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے اور حمید نے انجن اسٹارٹ کیا۔ گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ اس جگہ سے کئی میل آگے نکل آنے کے بعد حمید نے گاڑی ایک جگہ روکی اور پچھلی سیٹ سے سوٹ کیس اٹھا لیا۔

"لو اب تم اسے پہن لو۔" حمید نے اس میں سے برقع نکال کر ریما کی گود میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا ہے؟"

"اسے برقع کہتے ہیں۔ تم نے سنا ہوگا کہ ہمارے یہاں کی زیادہ تر خواتین پردہ کرتی ہیں۔"

"ہاں میں نے سنا ہے۔ اوہ تو یہ وہ ہے۔"

"ہاں وہی ہے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اب باتوں میں وقت ضائع نہ کرو، ورنہ ہم پھر کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔"

"مجھے اس کا استعمال نہیں معلوم۔"

"میں بتاؤں گا۔" پھر بڑی تیزی سے اس نے اسے برقع پہننے میں مدد دی تھی۔

"دیکھو! میں اس طرح چہرہ ڈھانک کر نہیں بیٹھ سکتی اور چہرہ ڈھانکنے کی کیا ضرورت ہے، میں نے تو یہاں کسی کو بھی چہرہ ڈھانکے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"ارے ابھی تم چار مردوں کو چہرہ ڈھانکے ہوئے دیکھ چکی ہو، اتنی جلدی بھول گئیں۔"

"میں چہرہ نہیں ڈھانکوں گی۔"

"تو پھر پہچان لی جاؤ گی اور ہم پکڑے جائیں گے۔ ہم لوگ سرحدی پولیس کی حراست سے بھاگ نکلے ہیں، اسے نہ بھولو۔"

"تو کیا وہ نقاب پوش تمھارے ہی آدمی تھے؟"

"نہیں... لیکن وہ ہمیں اپنے ہی آدمی سمجھتے ہیں۔" حمید نے کہا اور دوبارہ انجن اسٹارٹ کر دیا۔

"تو پھر تم بھی انھی لوگوں میں سے ہو، جو پولیس سے منہ چھپائے پھرتے ہیں۔"

"قطعی نہیں، ہم صرف شکاری ہیں۔"

اس دوران میں حمید نے اپنی ناک کے نتھنوں میں وہ اسپرنگ فٹ کر لیے تھے، جنھیں ریڈی میڈ میک اپ ٹول کہتا تھا۔

دفعتاً ریما کی نظر اس کے چہرے پر پڑی اور وہ چونک کر بولی۔ "یہ کیا؟"

"کیا بات ہے؟"

"تمھاری ناک..."

"کیا غائب ہو گئی؟"

"نہیں اوپر اٹھ گئی ہے۔"

"اب تھوڑی دیر بعد غائب ہو جائے گی۔"

"کیا مطلب؟"

"میں ایک بدروح ہوں۔ ہر سال یہی ایک ڈراما بار بار انھی اطراف میں دہرایا جاتا ہے۔ ایک عورت چیختی ہوئی مر جاتی ہے موٹیل جل کر خاک ہو جاتا ہے۔ پانچ لاشیں گرتی ہیں اور دوسرے دن پھر کچھ نہیں۔ اس بار یہ ڈراما تم نے دیکھا ہے پچھلے سال ایک لیڈی ڈاکٹر نے دیکھا تھا ٹھیک تین ماہ بعد اس کے جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ آیندہ سال یہی ڈراما فیملی پلاننگ بورڈ کے چیئرمین کو دکھایا جائے گا۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"اچھا تو پھر تم بھی میری ہی طرح اپنی ناک اوپر اٹھا کر دکھاؤ۔"

"دد... دیکھو... مجھے ڈراؤ نہیں۔" وہ خوفزدہ آواز میں بولی اور نقاب الٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"ٹھیک ہے... نقاب الٹ دو... لیکن جیسے ہی کوئی گاڑی دکھائی دے پھر ڈال لینا، ڈرو نہیں، میں مذاق کر رہا تھا۔"

"مذاق ہی سہی لیکن تم کسی بدروح سے کم بھی نہیں ہو۔"

"عزت افزائی کا شکریہ لیکن یہ ریگم بالا کسی طرح آہی نہیں چکتا۔"

"میں اب بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سکون نصیب ہوتے ہی ایک بار پھر وہ گہری نیند سو جائے گا۔

اچانک سامنے بیچ سڑک پر دو آدمی کھڑے نظر آئے۔ انھوں نے اپنے ہاتھ اٹھا رکھے تھے۔ غالباً گاڑی رکوانا چاہتے تھے۔

"اب یہ کیا ہونے والا ہے۔" ریما چہرے پر نقاب ڈالتی ہوئی بولی۔ حمید نے فوری طور پر پورے بریک لگائے اور گاڑی ان دونوں سے کافی فاصلے پر رک گئی۔ ساتھ ہی اس نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور بھی نکال لیا۔

دفعتاً ان میں سے ایک ہاتھ ہلاتا ہوا چیخا۔ "اِٹ از بلیک سر۔"

حمید نے طویل سانس لی اور ریوالور گود میں ڈال کر پھر اسٹیئرنگ سنبھالا۔ انجن اس نے بند نہیں کیا تھا۔ گاڑی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان دونوں کے قریب جا رکی۔

وہ کھڑکی کے قریب آئے۔

"یہ گاڑی آپ کو یہیں چھوڑ دینی ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

حمید نے ریما کو اترنے کا اشارہ کیا۔

"اب کیا بات ہے؟" وہ بھنا کر بولی۔

"ہمیں یہاں اترنا ہے۔"

"یہاں اس ویرانے میں؟"

"فکر نہ کرو۔"

پھر وہ گاڑی سے اتر گئے اور ان دونوں میں سے ایک اسی گاڑی میں بیٹھ کر اسے تیزی سے آگے بڑھا لے گیا۔ دوسرا ان کے پاس کھڑا رہ گیا تھا۔

"میرے ساتھ آئیے جناب!" دوسرا آدمی بائیں جانب مڑتا ہوا بولا۔ اس کے ہاتھ میں وہ سوٹ کیس تھا، جو گاڑی سے اتارا گیا تھا۔

"مم... میں اسے پہن کر ایک قدم بھی پیدل نہیں چل سکوں گی۔" ریما منمنائی۔

"اتار دو۔" حمید نے کہا۔

اب وہ بائیں جانب والی ڈھلان میں اتر رہے تھے۔

ناصر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ بس وہ ٹرک کو ٹھیکم گڑھ کی طرف بھگائے لیے جا رہا تھا۔

دفعتاً اس نے اونچی آواز میں پوچھا۔ "آخر تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟"

"بڑی عجیب بات ہے۔" ٹرک کے پچھلے حصے سے فریدی کی آواز آئی۔ "یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ ابھی تک تو میں یہی سمجھتا رہا تھا کہ تم خود مجھے کہیں لے جا رہے ہو۔"

"میری کوئی منزل نہیں ہے۔" ناصر بولا۔

"اس نظریے کے تحت بھی تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔"

"کیا میں ٹرک روک دوں؟"

"تمھاری مرضی۔"

ناصر نے ٹرک روک دیا اور پھر اسے کھڑکی کے قریب ہی قبائلی جوان نظر آیا، جس سے نیلم سرائے میں جھگڑا ہوا تھا۔

"نیچے اتر آؤ۔" اس نے ناصر سے کہا۔

ناصر انجن بند کر کے سیٹ سے اتر آیا۔

کریٹوں میں مرغیاں شور مچا رہی تھیں۔ دونوں چند لمحے ایک دوسرے کو گھورتے رہے پھر ناصر بولا۔ "اگر تم کرنل فریدی ہو تو سن لو کہ میں ان معاملات کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"کن معاملات کے بارے میں؟"

"یہی کہ تمھارے بے ہوش ساتھی کو اکرام کے موٹیل سے کیوں اٹھوایا گیا یا اب وہ کہاں ہے؟"

"مجھے صرف اسی سے دلچسپی ہو سکتی ہے کہ اب وہ کہاں ہے؟" خشک لہجے میں کہا گیا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"پہلے تم اسے کہاں لے گئے تھے؟"

"موٹیل سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک غار میں۔"

"میری جیپ کہاں ہے؟"

"اس کا بھی علم مجھے نہیں۔"

"تم کس کے لیے کام کر رہے ہو؟"

"یہ میں نہیں بتا سکتا۔"

"حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں جو کچھ بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں ہر حال میں کر لیتا ہوں۔"

"جو تم سے بن پڑے کر لو۔"

دوسرے ہی لمحے قبائلی جوان کا گھونسا ناصر کی ٹھوڑی پر پڑا اور وہ لڑکھڑاتا ہوا ٹرک سے جا ٹکرایا... اور پھر وہ ٹرک سے ہی لگا کھڑا ہانپتا رہ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں جبڑے بھنچے ہوئے تھے۔

اچانک اس نے کھٹکے سے کھلنے والا بڑا سا چاقو نکال لیا اور اسے مٹھی میں جکڑے ہوئے بالکل کسی لڑاکا مرغ کے سے انداز میں حملے کا پہلو تلاش کرنے لگا۔

قبائلی جوان ہنس پڑا... ہنستا رہا پھر بولا۔ "مجھے افسوس ہے کہ سردار زمن یہاں موجود نہیں۔ اس نے عرصے سے مرغ نہیں لڑائے۔"

"خاموش رہو۔" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"چاقو زمین پر ڈال دو۔" جوان نے سرد لہجے میں کہا۔

اب وہ بھی کسی سفاک درندے کی طرح اسے گھورے جا رہا تھا۔

"چاقو زمین پر ڈال دو۔" وہ پھر بولا لیکن ٹھیک اسی وقت ناصر نے اس پر چھلانگ لگائی۔

"سنبھل۔" قبائلی جوان نعرہ لگا کر بائیں طرف ہٹا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ناصر کا داہنا ہاتھ اس کی گرفت میں نظر آیا۔ اس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی کراہ نکلی تھی اور چاقو ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا تھا۔ اس کے بعد اس کی پشت پر دوہتڑ پڑا اور وہ منہ کے بل زمین پر گرا۔ دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ پیشانی پر ٹھوکر پڑی۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے زمین تیزی سے گردش کرنے لگی ہو۔ آنکھیں بند کیے ٹرک پر اوندھا پڑا رہا۔ اسے دوسری ٹھوکر یا مزید تشدد کا انتظار تھا... لیکن کئی منٹ تک اسے کسی تازہ چوٹ کا احساس نہ ہو سکا۔ البتہ کچھ دیر بعد کسی گاڑی کا ہارن سنائی دیا اور پھر وہ قریب ہی آ کر رک گئی۔

"ذرا دیکھنا کیا قصہ ہے۔" کسی کی آواز آئی اور پھر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی اس کے قریب آ کر رکا تھا۔

"بے ہوش معلوم ہوتا ہے۔" اس نے اپنے قریب ہی کسی کو کہتے سنا۔

"دیکھو ٹرک میں کون ہے۔" دوسری آواز آئی۔

"ٹرک میں مرغیاں ہیں۔" جواباً کہا گیا۔

ناصر پوری طرح ہوش میں تھا اور اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ٹرک کے آس پاس خود اس کے علاوہ اور کسی کا وجود نہیں پایا جاتا۔ اس نے نہ صرف آنکھیں کھول دیں بلکہ اٹھ بیٹھنے کی بھی کوشش کرنے لگا۔ دو آدمی اس کے قریب کھڑے تھے۔ انھوں نے اسے سہارا دیا۔

"کیا بات تھی؟" ایک نے پوچھا۔

"وہ... وہ... کچھ نہیں۔ میں ٹرک روک کر کسی ضرورت سے نیچے اترا تھا کہ چکر آ گیا۔"

"تمھاری پیشانی زخمی ہے۔"

"ہاں شاید۔" ناصر نے بے پروائی سے کہا۔ "اچھا میں ٹرک کنارے کرتا ہوں۔"

وہ ٹرک پر جا چڑھا اور انجن اسٹارٹ کر کے اسے ایسی پوزیشن میں لایا کہ وہ اپنی گاڑی آگے نکال سکیں۔ لیکن وہ خود بھی نہیں رکا تھا۔ ٹرک کو آندھی اور طوفان کی [illegible] سے ٹھیکم گڑھ کی طرف لیے جا رہا تھا۔

پیشانی کے زخم کی [illegible] کچھ دیر بعد اسے ایسا

محسوس ہونے لگا جیسے شانوں پر سر کی بجائے الاؤ جل رہا ہو۔

اُس نے بوکھلا کر ایک جگہ پھر ٹرک روک دیا اور سیٹ کی پُشت گاہ سے ٹیک کر آنکھیں بند کر لیں۔ ذہن کو قطعی آزاد چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ کچھ نہیں سوچنا چاہتا تھا کیونکہ ہر اُلجھن ایک نئی قسم کی دھمک سر میں پیدا کرتی تھی۔ ایک نئی قسم کی اذیت میں مبتلا کرتی تھی۔

دفعتاً وہ اُچھل پڑا۔ کسی نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"اوہ!" اُس کی زبان سے صرف اتنا ہی نکل سکا کیونکہ اپنے برابر اُس کو وہی بھوت بیٹھا نظر آیا تھا، وہی قبائلی جوان۔

"ٹیکم گڑھ جانے کا خیال ترک کر دو۔" اُس نے نرم لہجے میں کہا۔ "اس کے لیے تمھیں اکرام کے موٹیل کے قریب سے گزرنا پڑے گا۔ وہاں پولیس ہر کس و ناکس کو روک رہی ہے۔ شکاریوں پر خصوصیت سے توجہ دی جا رہی ہے۔"

"پھر مَیں کہاں جاؤں؟" ناصر بے بسی سے کراہا۔

"میرے ساتھ چلو۔"

"تم...!" وہ دانت پیس کر بولا۔ "تم کسی بھی لمحے فنا ہو سکتے ہو وہ سب تمھاری گھات میں ہیں۔"

"آخر کیوں؟ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ مَیں نہیں جانتا۔"

"ضد چھوڑ دو، ورنہ بڑے خسارے میں رہو گے۔"

ناصر کچھ نہ بولا۔ وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا اور اُس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد قبائلی جوان ٹرک کو مخالف سمت میں موڑ رہا تھا اور ناصر اس کے برابر بیٹھا اس طرح خلا میں گھورے جا رہا تھا جیسے کچھ سجھائی ہی نہ دیتا ہو۔

راستہ دُشوار گزار تھا لیکن وہ گرتے پڑتے آگے بڑھے جا رہے تھے۔ فریدی کی ہدایت ہی کے مطابق حمید نے اپنے ساتھی سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کی تھی۔ اُس کا کہنا تھا، جب بھی بیک فورس کے کسی ممبر سے رابطہ قائم ہو، اُس کی ہدایات پر عمل کرو۔ اس سے کسی بحث میں اُلجھنے کی کوشش نہ کرو۔

ریما بُری طرح ہانپ رہی تھی۔ اُس نے حمید سے کہا۔ "آخر ان مصیبتوں کا خاتمہ کب ہو گا؟"

"میرا خیال ہے کہ اصل مصیبتیں اب شروع ہوئی ہیں۔"

ریما خاموش ہو گئی تھی لیکن اُس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار تھے۔

آدھے گھنٹے بعد اس سفر کا اختتام ایک غار کے دہانے پر ہُوا۔

"آپ میری واپسی تک یہیں قیام کریں گے۔" ساتھی بولا۔

"اندر یا باہر؟"

"اندر جناب! باہر آپ کسی نہ کسی کی نظر میں آ جائیں گے۔"

وہ غار میں داخل ہوئے۔ ساتھی نے ٹارچ روشن کر لی تھی۔ غار کافی کشادہ تھا۔ ایک طرف کچھ کھانے پینے کا سامان رکھا نظر آیا ایک اسٹوو بھی تھا اور دو تین کمبل پڑے ہوئے تھے۔

ساتھی نے ایک بڑی لالٹین روشن کر دی۔ یہاں سردی کا احساس بھی کسی حد تک کم ہو گیا تھا۔

حمید نے ریما کے لیے ایک کمبل بچھا دیا۔ ساتھی کے رخصت ہوتے ہی وہ لمبی لمبی لیٹ گئی تھی۔

"مجھ پر غشی سی طاری ہو رہی ہے۔" وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔

"اچھا تو پھر بے ہوش ہو جاؤ۔ مَیں اتنے میں کافی تیار کر لوں گا۔ یہاں تو سب کچھ موجود ہے۔"

ریما کچھ نہ بولی۔

حمید نے آئل اسٹوو روشن کر دیا۔ اُس کی آنچ بڑی خوشگوار لگ رہی تھی۔ کیتلی میں پانی بھی موجود تھا۔ آن کی آن میں کافی تیار ہو گئی۔

"کیا تم سو گئیں؟" حمید نے ریما کو آواز دی۔

"نہیں جاگ رہی ہُوں۔ بھوک کے مارے غشی بھی طاری نہ ہو سکی۔"

"خوش ہو جاؤ کہ یہاں بسکٹوں کے چند ڈبے بھی موجود ہیں۔"

"سچ مچ!" وہ بڑی پھرتی سے اُٹھ بیٹھی پھر تھوڑی دیر بعد وہ کافی پی رہے تھے۔ ریما مرغوں کی طرح بسکٹوں پر ٹوٹی تھی۔

کافی پی کر وہ پھر کمبل پر لیٹ گئی۔ حمید ہی کی طرف کروٹ لے رکھی تھی اور اُسے نیم وا آنکھوں سے دیکھے جا رہی تھی لیکن حمید کے لیے اس وقت اگر حُور تھی تو تمباکو اور پری تھی تمباکو... پائپ کے ہلکے ہلکے کش ہزار ہا جہانوں کی سیر کرا رہے تھے۔

بار بار پائپ کو اس طرح سہلانے لگتا جیسے اُس لختِ جگر سے برسوں کے بعد ملاقات ہوئی ہو۔ اُس نے کافی کا دوسرا کپ لبریز کیا اور گرد و پیش سے بے خبر ہو گیا۔

"کیا بات ہے تم خلافِ معمول بہت خاموش ہو؟" ریما کچھ دیر بعد بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔

"مجھے سکون مل گیا ہے۔"

میری بیوی کی پچیسویں سالگرہ ہے اور میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وُہ دُنیا کی منفرد عورت ہے، کیونکہ اگلے ہفتے ہمارا پہلوٹھی کا بچہ اکیس سال کا ہو جائے گا۔ ★

"میرا مذاق نہ اُڑاؤ، سب کچھ گیا جہنم میں... مجھے بُدھ ازم سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔"

"تو پھر تم نے بسکٹ کیوں کھائے؟ یہاں تلا ہُوا گوشت بھی موجود ہے۔"

"اب مَیں سب کچھ کھاؤں گی۔"

حمید نے کن انکھیوں سے اُس کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھیں اب پہلے سے بھی زیادہ نشیلی نظر آ رہی تھیں۔

دفعتاً وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی اور بولی۔ "کیا تم مجھ میں اپنے لیے کسی قسم کی بھی دلچسپی نہیں پاتے؟"

حمید نے مایوسانہ انداز میں سر کو جُنبش دی اور بولا۔ "ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے کی بات ہے کہ مَیں کافی بنا رہا تھا اور تم ٹانگیں پھیلائے پڑی تھیں۔ تمھیں چاہیے تھا کہ مجھ سے کہتیں کہ نہیں تم آرام کرو، مَیں تمھارے لیے کافی تیار کرتی ہُوں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"بس اس سے زیادہ دلچسپی عورتوں میں نہیں رکھتا کہ وہ اچھے اچھے کھانے پکا کر کھلاتی رہیں۔"

"تم مجھے سنکی معلوم ہوتے ہو۔"

"جو دل چاہے سمجھ لو اگر بہت خوبصورت ہو تو اپنے لیے، مجھے تمھاری خوبصورتی سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

"وحشی بھی ہو۔"

"اس وقت تو سبھی کچھ ہو سکتا ہوں، تمباکو مجھے بڑا سکون بخش رہا ہے۔"

وہ پھر لیٹ گئی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھتی رہی پھر چہرے پر شدید ترین بے چینی کے آثار لیے ہوئے دوبارہ اُٹھ بیٹھی۔ "سُنو! مجھے مردوں سے نفرت تھی کسی مرد کو کبھی نہیں چاہ سکی۔"

"تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"کیا تم میری بات سنجیدگی سے نہیں سُن سکتے۔"

"سُن تو رہا ہُوں۔"

"تم پہلے مرد ہو جس نے مجھے عورت پن کا احساس دلایا ہے۔"

"لہٰذا اب مجھ پہلے مرد کو کیا کرنا چاہیے؟"

"جہنم میں جاؤ۔" وہ بھنّا کر بولی اور پھر لیٹ گئی۔

حمید ایک پتھر سے ٹکا بیٹھا پائپ کے کش لیتا رہا۔ کئی منٹ گزر گئے اور ان میں سے کوئی کچھ نہ بولا پھر دفعتاً ریما ہاتھ اُٹھا کر غصیلے لہجے میں بولی۔ "تم نہیں جانتے کہ تم کن خطرات سے دوچار ہو۔"

"ہونہہ، اس حال کو پہنچ جانے کے بعد بھی نہیں جانوں گا۔"

"نہیں، تم اندازہ نہیں کر سکتے۔"

"اندیشے میرے لیے مضحکہ خیز ہوتے ہیں۔"

"میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"تم ہالینڈ کی شہزادی ہو۔ فقیری کے لباس میں دُنیا دیکھنے نکلی ہو لیکن تمھاری ممی اور ڈیڈی اسے پسند نہیں کرتے۔"

ریما نے اپنے بلاؤز کے گریبان میں ہاتھ ڈالا اور ایک لفافہ نکال کر حمید کے سامنے رکھ دیا۔

حمید نے خاموشی سے اُسے اُٹھا لیا۔ اُس میں سے دو تصویریں برآمد ہوئیں۔ ایک خود اُس کی تصویر تھی اور دوسری کرنل فریدی کی۔

اُس نے اپنے چہرے پر تحیّر کے آثار پیدا کر کے ریما کی طرف دیکھا، وہ مُسکرا رہی تھی۔

"کیا اب تم یہ معلوم کرنا پسند کرو گے کہ مَیں حقیقتاً کون ہُوں۔" اُس نے حمید کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بتا بھی چکو کسی صورت سے۔"

"مَیں حقیقتاً انھی لوگوں میں سے ہُوں، جو تم دونوں کے لیے مصائب کا باعث بنے ہیں۔"

"کیا مطلب۔" حمید اُچھل پڑا۔

"میرے ساتھیوں کو یقین ہے کہ تم دونوں آسانی سے ہاتھ نہ آ سکو گے لہٰذا وہ تمھارے گرد بیک وقت کئی جال بُن بیٹھے ہیں۔ اس موٹیل میں میری آمد کا مقصد صرف یہی تھا کہ مَیں تم دونوں کی ہمدردیاں حاصل کر سکوں۔"

"میرے خدا۔"

"میرے ساتھی بھکشو نے تم پر اسی لیے حملہ کیا تھا اور اب تم خود ہی ان حالات کا تجزیہ کر کے نتیجہ اخذ کر سکتے ہو۔"

حمید متحیّرانہ انداز میں آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد اُس نے پوچھا۔ "تو وہ رسّی... آخر اس پردہ خوفناک جو نیکیں کس نے پھینکی تھیں، اُس بیچاری کا کیا قصور تھا؟"

"اس کے متعلق میں کچھ نہیں جانتی۔"

"اچھا چلو، تم نے ہماری ہمدردیاں حاصل کر لیں پھر...؟"

"پھر کیا، تمہارے ساتھ ہوں، جب چاہوں گی تم پر قابو پانے کی تدبیر کر لوں گی۔"

"خوفناک۔"

وہ ہنس پڑی پھر حمید نے پوچھا "آخر یہ سب مجھے کیوں بتا رہی ہو؟"

"اُن لوگوں سے چھٹکارا چاہتی ہوں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میں تمہیں پسند کرنے لگی ہوں۔ تم درندے ضرور ہو لیکن عام حالات میں آدمیت کی حدود سے نہیں گزرتے۔"

"یہ لوگ ہم دونوں سے کیوں پرخاش رکھتے ہیں؟"

"اُن کا کوئی بہت اہم آدمی تمہاری قید میں ہے۔"

"اوہو" حمید متفکرانہ لہجے میں بولا "لیکن ہماری قید میں تو سینکڑوں ہیں۔"

"جہاں تک میرا خیال ہے، وہ کوئی عورت ہے۔"

"تمہارا تعلق زیرولینڈ کی تنظیم سے تو نہیں؟"

"تم ٹھیک سمجھے، اب بتاؤ کون ہے تمہاری قید میں؟"

"یقیناً وہ ایک اہم شخصیت ہے۔"

"میں نام پوچھ رہی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے چیف کی اجازت کے بغیر اُس کا نام بھی نہیں لے سکتا۔"

"اُنھوں نے بہت کوشش کی لیکن انھیں یہ نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں رکھی گئی ہے اگر انھیں جگہ کا علم ہو جاتا تو وہ کسی نہ کسی طرح اُسے وہاں سے نکال لاتے۔"

"جگہ کا علم تو مجھے بھی نہیں ہے۔"

"وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جگہ کا علم تمہارے چیف کے علاوہ اور کسی کو بھی نہیں حتیٰ کہ تم بھی نہیں جانتے۔"

"اتنے باخبر ہیں وہ لوگ۔"

"یقیناً، تبھی تو ایک عالمی حکومت کے قیام کے خواب دیکھ رہے ہیں۔"

"اب میں سمجھا" حمید سر ہلا کر بولا اور اُس کے چہرے پر تشویش کے آثار نظر آنے لگے۔

"کیا سمجھے؟"

"یہی کہ انھوں نے ہمیں مار ڈالنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔"

"تم دونوں اسی وقت تک زندہ ہو جب تک کہ وہ اُس اہم شخصیت کا سُراغ نہیں پا لیتے۔"

"تمہاری پارٹی کا سربراہ کون ہے؟"

"ایک عورت جو عموماً مردانہ بھیس میں رہتی ہے۔"

"کیا نام ہے؟"

"درجنوں نام ہیں۔ میں اُسے لیسکر اس کے نام سے جانتی ہوں۔ صرف میں ہی یہ جانتی ہوں کہ وہ عورت ہے، مرد نہیں۔"

"خوب! تمہیں آخر اس راز سے کیونکر آگاہی ہوئی؟"

"زیرولینڈ کے لیے کام کرنے والی عورتیں ہی زیادہ تر رازوں سے واقف ہیں۔ مرد تو محض آلۂ کار ہیں۔"

"مرد تو روزِ ازل سے ہی محض آلۂ کار رہا ہے۔" حمید نے تلخ لہجے میں کہا۔ "کچھ بھی ہو اس انکشاف کے بعد میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا۔"

"کیا مطلب؟"

"ہم لوگ احمق تو نہیں ہیں۔ قبل اس کے کہ ہمیں تمہارے بارے میں غور کرنے کا موقع ملتا تم نے خود ہی اپنی پوزیشن واضح کر دی۔ کیا یہ اعتماد بحال رکھنے کی ایک عمدہ تدبیر نہیں ہے؟"

"یعنی میں نے اب خود ہی اپنی گردن پھنسائی ہے۔"

"یقیناً! تم نے خواہ مخواہ سچ بول کر اچھا نہیں کیا۔"

"ہوں، تو واقعی مجھ سے حماقت سرزد ہوئی ہے۔" اس نے کہا اور سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔

چند لمحے خاموشی سے گزرے پھر حمید بولا "خزانے کا کیا چکر تھا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ پارٹی کے لیڈر نے خزانے کی بات کر کے مقامی آدمیوں کو اپنی طرف مجھے متوجہ کر لیا ہے اور وہ بخوشی اُس کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ریگم بالا کے مندروں کے متعلق یہاں صدیوں سے ایسی کہانیاں مشہور چلی آ رہی ہیں۔"

"لیکراس!" حمید نے آہستہ سے دُہرایا۔ وہ اس نام کو اپنی یادداشت میں محفوظ کر لینا چاہتا تھا۔

ریما تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولی "میں تمہارے اُس ساتھی کے لیے بہت مغموم ہوں جسے بے ہوشی کی حالت میں بسلی کے موٹیل سے اُٹھایا گیا تھا۔"

"اُسے کہاں لے جایا گیا ہے؟" حمید چونک کر بولا۔

"اُس وقت سے میں تمہارے ساتھ رہی ہوں لہٰذا مجھے علم نہیں کہ اب وہ کہاں ہوگا۔ اچھا میں تھوڑی دیر سونا چاہتی ہوں۔ مجھے اس کی قطعی پروا نہیں کہ اب میرا کیا حشر ہوگا۔"

اُس نے کمبل پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

**

ناصر پر غنودگی سی طاری تھی اور بس اسی قدر احساس تھا کہ

وہ کسی تیز رفتار گاڑی میں سفر کر رہا ہے۔

پتا نہیں کتنی دیر بعد اُسے جھنجوڑ کر ہوشیار کیا گیا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"ہم پھر نیلم سرائے کی طرف جا رہے ہیں۔" فریدی کی آواز سُن کر وہ اس طرح اُس کی طرف دیکھنے لگا تھا جیسے پہلے اس کی موجودگی کا احساس تک نہ رہا ہو۔

"نن... نیلم سرائے...؟" وہ ہکلایا۔

"ہاں کوئی حرج نہیں۔ میں سردار زمن کو تین زائد مرغیاں دے دوں گا۔"

"نہیں ہرگز نہیں، میں اب وہاں نہیں جا سکتا۔"

"تم فکر نہ کرو، میں سب ٹھیک کر لوں گا۔ کسی کو نہیں بتاؤں گا میں نے تمہیں زخمی کیا ہے۔"

"میں وہاں نہیں جاؤں گا۔"

"کوئی اور وجہ!"

"کرنل فریدی! میں وہاں نہیں جاؤں گا... اگر تم مجھ سے زیادہ طاقت ور ہو تو مجھے مار ڈالو۔"

"میں صرف اُنھیں مار ڈالتا ہوں جو مجھے ختم کر دینے کے درپے ہوں۔ شکست تسلیم کر لینے والوں پر میرا ہاتھ نہیں اُٹھتا۔"

"میں نیلم سرائے نہیں جا سکتا۔"

"اچھا تو پھر اب تم ہی مجھے کہیں لے چلو۔"

"تم آخر چاہتے کیا ہو؟"

"کچھ وقت تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم مجھے قتل نہیں کر سکتے تو پھر قانون کے حوالے کر دو۔"

"کس بنا پر؟"

"کیا میرا مذاق اُڑانا چاہتے ہو؟"

"یہ کس بنا پر کہہ رہے ہو؟"

"میں بعض لوگوں کے جرائم میں شریک رہا ہوں۔"

"مجھے تو علم نہیں۔"

"کچھ دیر پہلے تم نے مجھ پر الزامات لگائے تھے؟"

"مجھے یاد نہیں۔"

"پھر تم نے مجھے اس حال کو کیوں پہنچایا؟" ناصر حلق پھاڑ کر چیخا۔

"تم نے نیلم سرائے میں میری توہین کی تھی۔ میری اور سردار زمن کی گفتگو کے درمیان خواہ مخواہ دخل اندازی کر بیٹھے تھے۔"

"بس اتنی سی بات۔"

"ہاں یہ قطعی ذاتی اور نجی معاملہ تھا۔"

"تو اب اُس کے لیے مجھے کیا سزا بھگتنی پڑے گی؟"

"مستقل طور پر میرے ساتھ ہو گے۔"

"کیوں؟"

"تم لوگوں کی حماقتوں کی وجہ سے میں تنہا رہ گیا ہوں۔"

"کرنل فریدی تم مجھے پاگل بنا دو گے۔"

"فی الحال میں تمہارے زخموں کی ڈریسنگ کرنا چاہتا ہوں۔"

ناصر کچھ نہ بولا۔ فریدی نے ایک مناسب سی جگہ پر ٹرک روک دیا۔ سڑک پر دائیں جانب اتنی جگہ تھی کہ دوسری گاڑیاں بآسانی گزر سکتیں پھر وہ اُتر کر ٹرک کے پچھلے حصے میں آیا اور کریٹوں کے پیچھے سے ایک سُوٹ کیس نکالا۔

کچھ دیر بعد وہ ناصر کی پیشانی کی ڈریسنگ کر رہا تھا اور ناصر کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ خود کو بالکل احمق محسوس کر رہا تھا۔

"کہو تو تمہاری شکل ہی تبدیل کر دوں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"کیوں؟" ناصر چونک پڑا۔

"وہ لوگ تمہیں کسی اجنبی کے ساتھ دیکھ کر تشویش میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔"

"کرنل فریدی مجھ سے صاف صاف بات کرو۔"

"کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ اب تم مجھ سے جُدا نہیں ہو سکتے اور اگر اُنھوں نے تم کو کسی اجنبی کے ساتھ دیکھ لیا تو تشویش میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔"

ناصر کچھ نہ بولا۔ فریدی ڈریسنگ کر چکا تو اُس نے طویل سانس لی اور آہستہ سے بولا "اب یہی مناسب ہے۔"

"گڈ۔"

اب فریدی اُس کے چہرے میں تبدیلیاں کرتا ہوا نظر آیا۔ پندرہ بیس منٹ کے اندر اندر اُس نے عقب نما آئینے کا رُخ بدل کر ناصر کے سامنے کر دیا اور ناصر خود کو نہ پہچان سکا۔ مضمحل سی مسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی۔ وہ سوچ رہا تھا، پتا نہیں کس چکر میں ہے، خیر دیکھا جائے گا۔

"اب کیا خیال ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

دفعتاً ایک نیا خیال اُس کے ذہن میں اُبھرا اور اُس کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔

"سُنو کرنل" وہ کسی قدر جذباتی انداز میں بولا "تم یہی تو چاہتے تھے نا کہ میں تمہاری رہنمائی اپنے ساتھیوں تک کروں۔"

"ظاہر ہے۔"

"لیکن میرے لیے یہ ناممکن ہے۔ البتہ میں تمھیں ایک ایسے آدمی تک پہنچا سکتا ہوں جسے تم جانتے ہو۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار وہ آدمی تم لوگوں کے ساتھ ٹیکم گڑھ کے فنزارو میں ٹھہرا تھا۔"

"اوہو۔"

"اور مجھے اس لیے یاد رہ گیا کہ وہ غیر معمولی قد اور جسامت رکھتا ہے۔"

"قاسم!"

"نام سے واقفیت نہیں ہے لیکن ہے وہی آدمی۔"

"کہاں ہے؟"

"اس وقت ہم لوگ ایسی پوزیشن میں ہیں کہ وہاں جا سکتے ہیں، تمھارے پاس مرغیاں ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"بس اب چلو، زیادہ دور نہیں جانا پڑے گا۔"

"مقصد کیا ہے؟"

"کرنل کیا اتنا اشارہ تمھارے لیے کافی نہیں ہے؟ میں تمھیں ایک ایسے آدمی کے پاس لے جا رہا ہوں جو تمھیں جانتا ہے۔"

"خیر... اچھا چلو۔"

فریدی نے پھر انجن اسٹارٹ کیا اور ٹرک حرکت میں آ گیا پھر تین چار میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ناصر نے بائیں جانب موڑنے کو کہا۔ ڈھلان میں دور تک زمین سپاٹ چلی گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس راستے پر بھی گاڑیاں چلتی رہتی ہوں۔

"میں ایک بڑا خطرہ مول لے رہا ہوں۔" فریدی مسکرا کر بولا

"کرنل... اگر میں نے تم پر حملہ کیا ابھی تو للکار کر ہی کروں گا۔"

"مجھے یقین ہے۔"

"جہاں میں تمھیں لے جا رہا ہوں اگر تم وہاں پہچان لیے گئے تو مجھ پر اس کی کیا ذمے داری ہو سکتی ہے؟"

"تم ٹھیک کہتے ہو، خیر اس کی فکر نہ کرو۔"

"ذرا رفتار کم کرو، آگے سے داہنی جانب مڑنا ہے۔ راستہ بھی تنگ ہے۔"

فریدی نے رفتار کم کر دی اور خاموشی سے موڑ تک آیا۔ یہاں سے دائیں جانب مڑنا تھا۔ راستہ واقعی تنگ تھا۔ دونوں جانب بے ترتیب چٹانیں تھیں۔ نیچے زمین البتہ مسطح تھی۔

"اب یہ بتاؤ کہ وہ تنہا ہے یا کچھ اور لوگوں کے ساتھ...؟" فریدی نے ناصر سے پوچھا۔

"تنہا نہیں ہے، کچھ لوگوں کے ساتھ ہے۔"

"اور انھی لوگوں میں سے کوئی مجھے پہچان بھی سکتا ہے۔"

"ضروری تو نہیں ہے کرنل! تم میک اپ کے ماہر ہو۔ آواز بدلنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ میں نے تو وہ بات اس لیے کہی تھی کہ اگر تم پہچانے گئے تو اس کی ذمے داری مجھ پر نہ ہوگی۔"

"کیا وہ غیر ملکیوں کے ساتھ ہے؟"

"نہیں، سب مقامی ہیں۔"

ناصر شکاری تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ شخص اسے سمجھتا کیا ہے۔ وہ برا آدمی ضرور تھا لیکن بدعہدی سے اسے نفرت تھی۔ وہ جان دے سکتا تھا لیکن اپنے ساتھیوں کی نشاندہی اس انداز میں نہیں کر سکتا تھا، جس سے اس کے عہد پر ضرب پڑتی۔ اس نے اپنی پارٹی سے وفاداری کا عہد کیا تھا اور اس پر قائم تھا۔ فریدی کو قاسم تک پہنچا دینے کے باوجود بھی عہد پر قائم رہتا۔

"گاڑی یہیں روک دو۔" دفعتاً اس نے فریدی سے کہا۔ گاڑی اب بھی اسی تنگ راستے پر تھی۔

"یہاں؟" فریدی نے بریک لگاتے ہوئے کہا۔ انجن بند کر کے وہ ناصر کی طرف دیکھنے لگا۔

"ادھر۔" وہ بائیں جانب والی چٹانوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "گاڑی یہیں چھوڑ کر چلنا ہوگا۔ ہم وہاں پہنچ کر ریڈی ایٹر میں ڈالنے کے لیے پانی مانگیں گے۔"

"کیا ادھر کوئی عمارت ہے؟"

"ہاں ایک پروسپکٹر رہتا ہے ادھر۔"

"میرے لیے بالکل نئی اطلاع ہے۔"

وہ ٹرک سے اتر آئے۔

چٹانیں دشوار گزار نہیں تھیں۔ وہ جلد ہی دوسری طرف پہنچ گئے۔ سامنے ہی ایک چھوٹی سی عمارت نظر آئی۔ اس کی تعمیر میں لکڑی اور پتھر دونوں کا استعمال ہوا تھا لیکن یہ زیادہ پرانی نہیں معلوم ہوتی تھی۔

برآمدے میں کئی آرام کرسیاں پڑی تھیں، جن پر تین افراد نظر آ رہے تھے۔ ایک کو تو فریدی نے فوراً پہچان لیا۔ یہ قاسم تھا اور انھیں عمارت کی طرف آتا دیکھ کر سب سے پہلے اسی نے کرسی چھوڑی تھی۔

وہ برآمدے سے نکل کر دہاڑا۔ "قیامت ہے، تم لوغ کون ہو؟"

وہ اس کے قریب پہنچنے سے پہلے خاموش ہی رہے تھے۔

"ہمارے ٹرک میں ریڈی ایٹر کا پانی ختم ہو گیا ہے جناب!"

فریدی نے کہا، جو اب بھی قبائلی جوان ہی کے میک اپ میں تھا۔

"تو پھر!"

"اگر آپ ہمیں تھوڑا پانی دے سکیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔"

"پانی ہمیں بھی دشواری سے ملتا ہے۔" قاسم نے خشک لہجے میں کہا۔

"مرغیوں کے پانچ کریٹ گاڑی میں موجود ہیں اگر ہم وقت پر نہ پہنچ سکے تو وہ بھوکی مر جائیں گی۔"

"مرغیاں؟" قاسم نے کہا اور آہستہ آہستہ منہ چلاتا ہوا کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔ "ایک پونڈ پانی کے بدلے ایک مرغی لوں گا۔"

"خوشی سے جناب عالی، میں تیار ہوں۔"

"اچھی بات ہے، تم یہیں ٹھہرو۔" قاسم نے کہا اور برآمدے میں چلا گیا۔

اب وہ بوڑھا آدمی کرسی سے اٹھا، جو اس دوران میں انھیں عقابی نظروں سے گھورتا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ لڑکی بھی اٹھی، جو اس کے قریب والی کرسی پر نیم دراز تھی۔

یہ لوگ برآمدے سے زیادہ دور نہیں تھے اور ان کی گفتگو صاف سن سکتے تھے۔

"تم ان سے سودے بازی کر رہے تھے؟" بوڑھا، قاسم کو گھونسا دکھاتا ہوا بولا۔

قاسم نے اس کی طرف توجہ دیے بغیر لڑکی سے کہا۔ "محترمہ ایک پونڈ پانی کے بدلے ایک مرغی۔"

"فضول باتیں نہ کرو، انھیں پانی دے دو۔ خبردار آئندہ اس قسم کی سودے بازی نہ کرنا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اب مجھ سے آلو نہیں کھائے جاتے۔"

"تو تم ان سے مرغیاں خرید سکتے ہو۔"

"پھوکٹ میں ہاتھ آ رہی ہیں، کھیلا نہ کیجیے۔"

"یہ شخص بالکل پاگل ہے۔" بوڑھا جھنجلاتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ڈیڈی پلیز۔" لڑکی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میں اسے سمجھا لوں گی۔"

پھر اس نے فریدی اور ناصر کو برآمدے میں آنے کا اشارہ کیا۔ دونوں بڑے ادب سے برآمدے میں داخل ہوئے تھے۔

"کیا بات ہے؟"

"بی بی جی۔" فریدی بولا۔ "پانی چاہیے گاڑی کے لیے... مرغیاں لے جا رہا ہوں سمن آباد۔ وقت پر نہ پہنچیں تو ہم پریشانی میں پڑ جائیں گے۔"

"ادھر سے تو گاڑیاں نہیں جاتیں۔"

"جلد پہنچنے کے خیال سے ہم نے سڑک چھوڑ دی تھی لیکن یہ مصیبت آ پڑی، سمجھ میں نہیں آتا کیا کریں۔"

"آپ لوگوں کو پانی مل جائے گا۔ اس کے بدلے مرغیوں کی ضرورت نہیں۔"

"ہم صاحب کی خدمت میں تحفتاً پیش کرنا چاہتے ہیں۔" فریدی نے قاسم کی طرف دیکھ کر کہا اور قاسم کے دانت نکل پڑے۔

"قیمتاً۔"

"وہ تحفتاً دینا چاہتا ہے۔" قاسم غرایا۔

"تم خاموش رہو۔" لڑکی نے سخت لہجے میں کہا۔

"بہت اچھا جناب عالی۔" قاسم مردہ سی آواز میں بولا۔

"انھیں پانی دے دو۔"

قاسم اندر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد دو بالٹیوں میں پانی لیے ہوئے برآمد ہوا۔

دونوں نے ایک ایک بالٹی سنبھالی اور برآمدے سے نیچے اتر گئے۔ کچھ دور چلے ہوں گے۔ قاسم بھی آ پہنچا۔

"سالا بہت حرامی ہے۔" اس نے کہا۔

"کون؟" فریدی نے پوچھا۔

"وہی بڈھا خرانٹ... کہنے لگا کھڑے منہ قیامت رہے ہو، جاؤ کہیں وہ بالٹیاں بھی نہ لے بھاگیں۔"

"ٹھیک ہی تو کہا انھوں نے... ہم لوگ ان کے لیے اجنبی ہیں۔"

"اے نہیں، وہ سالا ہے ہی ایسا، میں اس کی بیٹی کا سیکریٹری ہوں، اس کے باپ کا نوکر تو نہیں۔"

"یہ سیکریٹری کیا چیز ہے پیارے بھائی؟" ناصر نے پوچھا۔

"عورتوں کا سیکریٹری ہوتا ہے اور مردوں کی سیکرٹری۔"

"اوہو، یہ بات ہے۔" ناصر ہنس پڑا۔

"مجھے خود کو سیکرٹری کہتے ہوئے شرم آتی ہے، پہاڑ جیسا تو ہوں۔"

"بھائی بہت قابل معلوم ہوتے ہیں۔" فریدی بولا۔

"سیکریٹری مجھے زندگی بھر یاد رہے گا۔"

"مجھے تو اپنا نام بھی اچھا نہیں لگتا۔ اتنے بڑے ڈیل ڈول پر صرف قاسم... ہی ہی ہی ہی۔"

"پھر کیا نام ہونا چاہیے تھا۔"

"ڈبل قاسم ٹو دی پاور فور...!"

ناصر پھر ہنسا اور وہ ٹرک کے قریب آ پہنچے۔ یہاں کریٹوں میں مرغیاں کڑکڑا رہی تھیں۔ قاسم نے جھانک کر پچھلے حصے میں

دیکھا اور اُن کی طرف دیکھ کر بولا "الاقسم بڑی تگڑی تگڑی ہیں۔"

"آپ لے جائیے، جتنی دل چاہے۔"

"وہ دونوں مجھے زندہ چبا جائیں گے۔"

"آپ کہہ دیجیے گا، میں نے خریدی ہیں۔" فریدی بولا۔

"اچھی بات ہے۔"

"چلیے میں پہنچا دوں، پورا کریٹ لیے چلتا ہوں۔ وہاں اپنی پسند کی نکال لیجیے گا۔"

اُدھر ناصر نے تھوڑا پانی ریڈی ایٹر میں ڈالا اور قاسم کی نظر بچا کر بقیہ پانی دوسری طرف کی ایک دراڑ میں ڈال دیا۔

فریدی نے ایک کریٹ ٹرک سے اُتار لیا تھا۔ قاسم نے خالی بالٹیاں سنبھالیں۔

ناصر بڑے اطمینان سے اگلی سیٹ پر جا بیٹھا تھا۔

فریدی کریٹ اُٹھائے ہوئے چٹانوں پر چڑھنے لگا۔ قاسم اس کے پیچھے بالٹیاں لیے چل رہا تھا۔

"احمق۔" ناصر آہستہ سے بڑبڑایا۔ اُس کی آنکھوں میں شیطانی چمک لہرائی تھی۔

دفعتاً اُس نے انجن اسٹارٹ کیا اور ٹرک کو لے بھاگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ فاتحانہ شان سے نیلم سرائے میں داخل ہو سکے گا۔

★★

فریدی کریٹ کی تختیاں نکال رہا تھا کہ اُس نے ٹرک کے انجن کی آواز سُنی اور چونک پڑا۔ قاسم اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔

"ہائیں۔" وہ اُٹھتا ہوا بولا "کیا یہ میرے ٹرک کی آواز ہے؟"

اور پھر وہ چٹانوں کے سرے تک دوڑتا چلا گیا تھا لیکن ٹرک راستے پر نہ دکھائی دیا۔

عجیب سی مُسکراہٹ اُس کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی اور وہ آہستہ سے بولا "میں یہی چاہتا تھا بیٹے!"

اس کے بعد اُس نے اپنے چہرے پر بدحواسی طاری کی تھی اور قاسم کی طرف دوڑ آیا تھا۔

"یہاں کوئی گاڑی ہے... ہے کوئی گاڑی۔" وہ قاسم کا ہاتھ پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا۔

"کیا بات ہے... کیا ہوا؟"

"وہ ولدالخنزیر میرا ٹرک لے گیا۔"

"کیا مطلب؟"

"ارے وہ میرا ٹرک لے گیا۔" فریدی نے کہا اور پھر اُسی سمت دوڑ گیا۔ بوڑھا اور اُس کی بیٹی بھی باہر آ گئے تھے۔

فریدی پھر پلٹا۔

"کیا بات ہے؟" لڑکی نے پوچھا۔

"بی بی جی... میں تباہ ہو گیا، وہ کتے کا پلا میرا ٹرک لے گیا اگر آپ کے پاس کوئی گاڑی ہو تو مجھے دیجیے۔ خدا کے لیے آپ لوگ مجھ پر رحم کیجیے۔ میں نے اگر اُسے نہ پکڑا تو کنگال ہی ہو جاؤں گا۔"

"یہاں ہمارے پاس کوئی گاڑی نہیں۔" بڈھا غرّایا۔

"پوری بات بھی تو بتاؤ۔" لڑکی بولی۔

"وہ مجھے سڑک پر ملا تھا۔ بولا شکاری ہوں، زخمی ہو گیا ہوں مجھے سمن آباد پہنچا دو۔ میں نے اُسے ٹرک پر بٹھا لیا تھا، پھر اُسی نے مجھے یہ راستہ بھی بتایا، ورنہ میں پہلے کبھی ادھر سے نہیں گزرا۔ اُس نے کہا تھا کہ یہ راستہ مختصر ہے۔"

"تم سے بڑی غلطی ہوئی۔" لڑکی بولی "لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اس سلسلے میں تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکیں گے۔ ہماری گاڑی ہفتے میں صرف ایک بار رسد لے کر آتی ہے۔ اب وہ چار دن بعد آئے گی۔"

فریدی ایک بار پھر چٹانوں کی طرف دوڑ گیا اور وہیں کھڑے کھڑے چیخنے لگا "مردود... مردود... مردود تیری ہڈیاں گیدڑ چبائیں گے مردود...."

"سنو پیارے بھائی۔" وہ قاسم کی آواز سُن کر مُڑا۔ قاسم اس کے قریب ہی کھڑا تھا۔

"کیا کہتے ہو صاحب! تمھاری مُرغیوں کے چکر نے مجھے غارت کر دیا۔"

"میں قہر رہا تھا کہ اس میں بھی اللہ کی کوئی مصلحت ہو گی۔"

"ہاں اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے لیکن میں کیا کروں۔"

"میم صاحب کو تم سے ہمدردی ہے۔"

"کسی کی بھی ہمدردی میرے کام نہیں آ سکتی۔ مجھے ڈوبنے سے نہیں بچا سکتی۔"

"میں قہتا ہوں کہیں اب مُرغیاں بھی نہ نکل کر بھاگ جائیں۔" قاسم مُنہ چلا کر بولا۔

"ہوں... چلیے... خدا ان مُرغیوں کو بھی غارت کرے۔"

"پانچ چھ تو اکیلے میرے ہی ساتھ غارت ہو جائیں گی۔" قاسم نے کہا اور دانت نکال دیے پھر فوراً ہی بند کر لیے۔ شاید خیال آ گیا ہو کہ یہ ہنسی کا وقت نہیں ہے۔

وہ پلٹ آئے۔ یہاں بوڑھا مُرغیوں کے کریٹ کو گھورے

جا رہا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" اُس نے کریٹ کی طرف اشارہ کر کے سرد لہجے میں دریافت کیا۔

"مُرغیاں جنابِ عالی۔" قاسم جھلا کر بولا۔

"میں پوچھتا ہوں کیوں ہیں مُرغیاں؟"

لیکن قاسم نے اس کو جواب دینے کی بجائے مُرغیوں کو مخاطب کر کے سوال کیا "تم قیوں ہو مُرغیاں، بکریاں قیوں نہیں ہو؟"

"قاسم بکواس بند کرو۔" لڑکی نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں آپ کا سیکریٹیرا ہوں، ان کی سیکرٹری تو نہیں ہوں۔ یہ قیوں مجھے آنکھیں دکھاتے ہیں۔"

"شٹ اپ۔"

قاسم فریدی کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا "اے تم نکالو میرے لیے چھ مُرغیاں۔ میں قیا قسی سے ڈرتا ہوں۔"

لڑکی نے بوڑھے سے کہا "پاپا آپ اندر جائیے۔"

وہ قاسم کو گھورتا ہوا اندر چلا گیا۔

"تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔" لڑکی نے قاسم سے کہا۔

"پھر مُرغیاں کون کاٹے گا؟"

"سب ہو جائے گا، تم جاؤ۔"

"میں آپ کو قسی کے پاس تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔"

"یہ کیا بکواس ہے؟"

"بکواس ہی سہی، سیکریٹرا کا فرض ہے۔"

"جاؤ۔" وہ آنکھیں نکال کر بولی اور قاسم نے اپنی آنکھیں بند کر کے کہا "میں نہیں دیکھ رہا۔"

فریدی اپنی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار پیدا کر کے اُن کی گفتگو سُن رہا تھا۔ دفعتاً قاسم نے آنکھیں کھول کر اس سے کہا "تم مُرغیاں نقالو، میں چاقو لینے جا رہا ہوں، ایک ایک ذبح کرتا جاؤں گا۔"

"تم آدمی ہو یا جانور، یہ بیچارہ اتنا پریشان ہے اور تمھیں مُرغیوں کی پڑی ہے۔" لڑکی جھلا کر بولی۔

"ہم قبائلی صبر کرنا جانتے ہیں بی بی جی! میں جا رہا ہوں، سمن آباد پہنچنا ضروری ہے۔"

"پیدل چل کر صبح سے پہلے نہیں پہنچ سکو گے۔"

"مجھے بہرحال جانا ہے۔ آپ میری یہ مُرغیاں امانت کے طور پر رکھیے، چھ مُرغیاں ان صاحب کو دے چکا ہوں، وہ لے لیں۔"

"راتیں بہت سرد جا رہی ہیں۔"

"ہم اس کے عادی ہیں، اچھا خدا حافظ۔" فریدی کریٹ کو وہیں چھوڑ کر چٹانوں کی طرف چل پڑا۔ پھر آدھے گھنٹے کے اندر ہی اندر وہ اپنے لیے ایک غار تلاش کر لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

یہاں سے اُس عمارت کا فاصلہ بہت زیادہ نہیں تھا۔

▼

نیلم سرائے پہنچنے کے لیے ناصر کو خاصی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ پھر بھی سورج غروب ہونے سے پہلے وہاں جا پہنچا تھا۔ مصنوعی داڑھی اور ناک پر چڑھا ہوا پلاسٹک کا خول اُس نے راستے ہی میں نکال پھینکا تھا۔ پیشانی پر بندھی ہوئی پٹی بھی کھول دی تھی۔ بہرحال جب وہ نیلم سرائے پہنچا تو لوگوں نے اُسے گھیر لیا۔ سردار زمن حیرت سے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔

"مُرغیوں سے بھرے ہوئے چار کریٹ اب تمھارے ہیں۔" ناصر مُسکرا کر بولا۔

"وہ کہاں ہے؟"

"اُس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر سمن آباد میں پھینک آیا ہوں۔" ناصر نے فخریہ انداز میں کہا۔

"تم چار کریٹ کہہ رہے ہو۔" بوڑھا آدمی آگے بڑھ کر بولا "میری گاڑی میں پانچ کریٹ تھے۔"

"اوہ تو تم اب تک یہیں ہو؟" ناصر آنکھیں نکال کر غرّایا۔ "بھاگ جاؤ، ورنہ جان سے مار دوں گا۔"

"میرا بھتیجا کہاں ہے؟"

"سمن آباد کے اسپتال میں ہو گا یا پھر اسپتال کے مُردہ خانے میں... میں نے اُس کے مر جانے کا انتظار نہیں کیا تھا۔"

"اگر ایسا ہے تو تمھاری خیر نہیں، وہ بڑے باپ کا بیٹا تھا۔"

"چلے جاؤ۔" ناصر مُکا تان کر دہاڑا۔

"جا رہا ہوں... جا رہا ہوں۔"

"میری مُرغیاں؟" سردار زمن بولا۔

"چاروں کریٹ اُتار لو۔" ناصر خشک لہجے میں بولا لیکن بعض لوگوں نے ایسا نہ ہونے دیا۔ اُنھوں نے سردار زمن کو اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

بوڑھا آدمی ٹرک لے گیا اور ناصر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ زخم کی ڈریسنگ کرنے کے بعد اُس نے کمرے ہی میں شراب طلب کی تھی اور کھانا بھی وہیں کھایا تھا۔ رات گئے کسی نے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے؟" اس نے دروازے کے قریب جا کر پوچھا۔

"میکرس! دروازہ کھولو۔" جواب ملا۔

ناصر نے دروازہ کھول دیا۔ لیکراس نے اندر داخل ہو کر خود ہی دروازہ بند کیا تھا اور اُسے بولٹ کرنے کے بعد وہیں کھڑا ناصر کو گھورتا رہا تھا۔

"کیا بات ہے، دوست؟" ناصر نے پوچھا۔

"یہاں سے فوراً نکل چلو۔ میں تمھیں کسی محفوظ جگہ پر پہنچا دوں۔"

"کیوں؟"

"اکرام، ریگم بالا تنہا پہنچا ہے اور اس نے پولیس کو ساری کہانی سُنائی ہے۔ تمھارا نام خصوصیت سے آیا ہے۔ اس کی رپورٹ میں۔"

"مجھے اس کی پروا نہیں ہے، مرنے سے نہیں ڈرتا۔" ناصر نے کہا۔

"یہ میرا مشورہ نہیں بلکہ پارٹی کے لیڈر کا حکم ہے۔" لیکراس نرم لہجے میں بولا۔

"تب تو مجبوری ہے چلو۔ میں نے عہد کیا تھا کہ پارٹی کے لیڈر کا حکم بہرحال میں مانوں گا۔"

پھر وہ دونوں باہر نکل کر ایک کار میں بیٹھ گئے۔ وہ پچھلی سیٹ پر تھے۔

ڈرائیور نے انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی آگے بڑھائی لیکن وہ ریگم بالا کی سڑک کی طرف جانے کی بجائے جنوب کی طرف جا رہے تھے۔

"کیا آج کسی سے تمھارا جھگڑا ہوا تھا؟" لیکراس نے پوچھا۔

"ہاں آج میں نے ایک قبائلی کی ہڈیاں توڑی ہیں۔" ناصر نے کہا اور مختصراً اپنا فرضی کارنامہ دہرایا۔ فریدی کا کہیں نام بھی نہ آنے پایا اور یہ حقیقتاً محض اس لیے تھا کہ فریدی نے بھی تو اس کی جان بخشی کی تھی۔ وہ چاہتا تو اُسے بڑی بے دردی سے مار ڈالتا۔

وہ اپنی دُھن میں بولے جا رہا تھا۔ اُسے پتا ہی نہ چل سکا... کہ لیکراس نے کب سائیلنسر لگا ہوا ریوالور نکالا اور کب اس کی کنپٹی کے قریب لا کر فائر بھی کر دیا پھر ناصر کی طرف کا دروازہ کھلا اور اس کی لاش باہر دھکیل دی گئی۔ گاڑی اندھیرے کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھی جا رہی تھی۔

حمید نے غار سے باہر نکل کر دیکھا۔ گہرا اندھیرا پھیل گیا تھا اور سردی بہت بڑھ گئی تھی۔ بلیک فورس کے اس ممبر کو گئے ہوئے پانچ گھنٹے ہو گئے تھے لیکن ابھی تک حالات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی اور اب تو ایسا لگ رہا تھا جیسے رات بھی اُسی غار میں بسر ہو گی۔

دفعتاً اس نے ریما کی آواز سُنی "تم کہاں ہو؟"

"اندھیرے میں۔ تم بھی یہیں آ جاؤ۔" حمید بھنا کر بولا پھر وہ اُس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی اور آہستہ سے بولی۔

"بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔ یہاں کھڑے ہو کر چیختے ہو۔ تمھاری آواز دُور دُور تک سُنی گئی ہو گی۔"

"ذرا دیر بعد لومڑیاں بھی چیخنا شروع کر دیں گی۔"

"اندر چلو۔" وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتی ہوئی بولی۔

دونوں پھر غار میں واپس آ گئے۔ یہاں بڑی لالٹین کی روشنی اُن کے لیے ناکافی نہیں تھی اور وہ یہاں کیروسین آئل کی خاصی مقدار بھی دریافت کر چکے تھے۔ قریب قریب ضرورت کی ہر چیز یہاں پر موجود تھی۔

"تم جاگ کیوں پڑیں؟" حمید بولا "کچھ دیر اور سونا چاہیے تھا۔"

"کیوں کیا مجھے یہاں چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ ہے۔"

"میں خود آج تک کسی لڑکی کو چھوڑ کر نہیں بھاگا۔ آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں۔"

"میں ابھی تک نہیں سمجھ سکی کہ تم کس قسم کے خبیث ہو۔"

"بہت ہی متبرک قسم کا ہوں... یعنی صرف ذہنی قسم کی خباثتیں ہیں مجھ میں... عملی طور پر بدھو کہلاتا ہوں۔"

"اندر چلو۔" اس نے اُسے پھر غار کے دہانے کی طرف گھسیٹا۔

"میں تمھیں واجد کے بارے میں بتا رہی تھی۔"

"خدا کی پناہ تم اس کے نام سے بھی واقف ہو۔ کیا وہ اکرام کے موٹیل میں تمھارے ہی سامنے دو زانو ہو کر اپنی پوجا کے بول دُہراتا رہا تھا۔"

"ہاں، وہ میں ہی تھی۔"

وہ غار کے اندر پہنچ کر اپنے اپنے کمبلوں پر بیٹھ گئے۔ حمید اُسے تیز نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ دفعتاً اس نے کہا "تب تم یہ بھی جانتی ہو گی کہ بسلی کی موت کا ذمے دار کون تھا؟"

"اس دوسرے بھکشو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا اور تھا ہی کون؟ کاش میں اُسے تنہا چھوڑ کر بھنے ہوئے غلے کا تھیلا لینے نہ جاتی۔"

"تو کیا ہوتا۔ اس وقت تک تو تم پوری طرح انھی لوگوں کے ساتھ تھیں۔"

"پھر بھی وہ اتنی بے دردی سے نہ ماری جا سکتی۔ آخر اس بیچاری کا قصور ہی کیا تھا۔"

"میری دانست میں۔" حمید کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔

"ہاں، تمھاری دانست میں کیا؟"

"کچھ نہیں۔ مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔ اس بار تم ہی

کافی بناؤ گی، سمجھیں۔" حمید نے کہا اور لمبا لمبا لیٹ گیا۔

"اس قسم کے کام میرے بس سے باہر ہیں، اس کے علاوہ اور جو کہو کرنے کو تیار ہوں۔"

"سر کے بل کھڑی ہو کر مجھے کافی بناتے دیکھو۔"

"میں تم کو ابھی کئی کہانیاں سُناؤں گی۔ ان میں واجد کی کہانی بھی شامل ہے۔ اس کی نامکمل برین واشنگ کی گئی تھی اور میں نے ایک اساطیری دیوی کا رول ادا کیا تھا۔"

"میں پوچھتا ہوں ایسا کیوں ہوا؟"

"اسی کے نتیجے میں تم دونوں یہاں نظر آ رہے ہو۔"

"دوسری کہانی؟"

"کافی کا پانی رکھ دو، مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے، فائدے میں رہو گے میری خدمت کر کے۔"

"خدا کی پناہ! کچھ دیر پہلے تو تمھیں بولنا ہی نہیں آتا تھا۔"

"کل شاید تمھاری یہ رائے بھی بدل جائے۔"

حمید کراہ کر اُٹھا اور کیتلی میں پانی انڈیلنے لگا۔

"واجد سے مجھے ہمدردی ہے۔ شاید ہی کبھی وہ مستقل طور پر نارمل ہو سکے۔"

"یہ کھلی ہوئی درندگی ہے۔ میں اسے درندگی نہیں سمجھتا کہ کسی کو گولی مار دی جائے۔"

"یقین کرو، اسی دوران میں نے ان لوگوں سے شدید ترین نفرت محسوس کی ہے۔ ہو سکتا ہے، وہ لوگ مستقبل میں بہتر زندگی کے خواب دیکھ رہے ہوں۔ اس بہتر زندگی کے حصول کے لیے اُنھوں نے جو طریقے اختیار کیے ہیں قطعی غیر انسانی ہیں۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ محفوظ کی ہوئی اغذیہ کے ڈبے کاٹ رہا تھا۔

ریما تھوڑی دیر خاموش رہی پھر بولی "تم لوگ کئی اطراف سے گھیرے جا رہے ہو۔"

"ایک واجد، دوسری تم۔" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا "کیا کوئی تیسرا رُخ بھی ہے حملے کا؟"

"تمھارے بعض دوست۔" وہ مُسکرائی۔

"دوست... کیا مطلب؟"

"ایسے ایک آدمی کو تو میں بھی جانتی ہوں۔"

"وہ کون ہے؟"

"جس کی ٹوہ میں تم رہا کرتے ہو۔ اُسے بھی تمھاری کم فکر نہیں رہتی۔ جہاں تمھارے ساتھ کوئی لڑکی دیکھی، پیچھے لگ گیا، خواہ اُسے قطبین ہی کا سفر کیوں نہ کرنا پڑے اگر تم اس کے ساتھ کوئی لڑکی دیکھ لیتے ہو تو تم بھی یہی کرتے ہو۔"

"قاسم۔" حمید اُچھل پڑا۔

"میں اُس کا نام نہیں جانتی۔"

"بہت لمبا اور بہت چوڑا... عقل سے خارج۔"

"ہاں وہی اور وہ اس وقت ہمارے قبضے میں ہے۔ اُسے کسی نہ کسی طرح استعمال کیا جائے گا۔ ویسے جب اُسے اُلجھایا گیا تھا تو مقصد یہی تھا کہ تم اس کے پیچھے لگ جاؤ گے۔"

"لیکن میری کیا اہمیت ہے، جبکہ تمھیں میری لاعلمی کا علم ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اُسے کہاں قید کیا گیا ہے؟"

"کیا کرنل فریدی کی نظروں میں تمھاری کوئی اہمیت نہیں۔"

"ارے... وہ... اس شخص کی نظروں میں صرف اپنے اس جذبے کی تسکین کی اہمیت ہے جسے عام لوگ درندگی کہتے ہیں۔"

"کیا وہ تمھیں کسی مشکل میں دیکھ کر تمھاری طرف نہیں دوڑ پڑے گا۔"

"یقیناً! شاید اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا دے۔"

ریما کچھ نہ بولی۔ اس کے بعد اُنھوں نے کھانا شروع کر دیا تھا کافی پی کر حمید نے پائپ سلگایا۔ رات کے آٹھ بج گئے تھے... لیکن ابھی تک وہ شخص واپس نہیں ہوا تھا جس نے اُنھیں اس غار تک پہنچایا تھا۔

"شاید رات یہیں بسر کرنی پڑے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"بسر تو ہو جائے گی اطمینان سے۔" وہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مُسکرائی پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر بولی "تمھیں کرنل سے بچھڑ جانے پر تشویش نہیں ہے۔"

"کبھی نہیں ہوئی کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہ ہو گا۔ آخر میرے لیے یہ آسائشیں کون مہیا کر رہا ہے؟ کس نے میرے لیے گاڑی مہیا کی تھی؟ کس نے مجھے ریچیرز کے پنجے سے رہائی دلوائی تھی اور کس نے یہ آرام دہ اور گرم غار...؟"

حمید جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ آخر یہ لڑکی ہے کیا بلا۔ کیا چاہتی ہے؟ اب تو خود ہی اُس نے اپنی اصلیت بھی ظاہر کر دی ہے۔

"تم کیا سوچنے لگے؟" ریما نے ٹوکا۔

"کچھ بھی نہیں۔ میں دراصل تم میں اُلجھ کر رہ گیا ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھیں کس خانے میں فِٹ کروں؟"

"میرے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوچو کہ تم دونوں ہی میری آخری اُمید ہو۔ ایک میں ہی نہیں اس تنظیم سے تعلق رکھنے والے بہتیرے افراد اس سے بددل ہو چکے ہیں۔"

"لعنت بھیجو اس پر۔"

"یہ ایسا نہیں ہے کہ کسی تفریح سے اُکتا کر اُسے ترک کر دیا جائے۔ تنظیم سے الگ ہو جانے کی کوشش کرنے والے حیرت انگیز طور پر موت کے گھاٹ اُتار دیے جاتے ہیں۔"

"پھر ہم بیچارے کیا کر سکتے ہیں۔"

"خود کو بیچارہ نہ کہو۔ تم دونوں کی ہیبت بڑے بڑوں کے دلوں پر بیٹھی ہوئی ہے۔"

"اگر اُنھیں علم ہو گیا کہ تم ایسے خیالات رکھتی ہو تو کیا ہو گا۔ اس پر بھی غور کیا ہے تم نے؟"

"وہ مجھے فنا کر دیں گے۔"

"خیر... تم نے میرے جس دوست کا ذکر کیا تھا۔ اب اس کی طرف آ جاؤ۔ اُسے کس طرح اُلجھایا گیا ہے۔"

"ارے بس لڑکی، جو کسی طرح بھی قابو میں نہ آتا ہو۔ وہ اس دام میں ضرور پھنس جاتا ہے۔ بہرحال وہ کوئی لڑکی ہی ہے۔ میں تفصیل سے واقف نہیں۔"

"تم غلط کہہ رہی ہو۔ کوئی عورت میرے چیف پر تو یہ حربہ آزما کر دیکھے۔ کوئی عورت اسے اس مقام سے نہیں ہٹا سکی۔"

"تو پھر... وہ خود ہی عورت ہو گا۔" ریما نے کہا اور کچھ سوچ کر ہنس پڑی۔

"اس قسم کے ریمارک سُن کر بھی وہ ٹس سے مس نہیں ہوتا۔"

ریما اور زور سے ہنسی۔

"اس میں اس طرح ہنسنے کی کیا بات ہے؟" حمید بھنّا کر بولا۔

"ایک نیا خیال آیا ہے۔"

اور حمید اُس نئے خیال کے متعلق کچھ سُننے کا منتظر رہا۔ ریما کسی قدر توقف کے ساتھ بولی "تم کہیں تم ہی تو لاشعوری طور پر اس کو عورت سے دُور نہیں کر رہے ہو۔"

اس ریمارک پر حمید کی کھوپڑی ناچ گئی۔ اس نے سوچا یہ کتیا جوگن کے رُوپ میں ملی تھی۔ اسے سکون کی تلاش تھی، نروان کی چاہ تھی اور اب کھال سے باہر ہوئی جا رہی ہے۔

"تم جھینپ کیوں رہے ہو۔" وہ اُس کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر ہنسی۔

"شٹ اَپ!"

"سچ بڑے پیارے لگ رہے ہو۔ یہ میں کرنل کی طرف سے کہہ رہی ہوں۔"

"میں سمجھتا ہوں تم کیا چاہتی ہو۔" حمید خشک لہجے میں بولا۔

"کیا سمجھتے ہو؟"

"اس قسم کی باتیں کر کے گویا میری اَنا کو للکار رہی ہو۔"

"ہے ہی نہیں للکار کر کیا کروں گی۔"

"دُنیا کے عظیم ترین آدمی کے ہاتھوں میری تربیت ہوئی ہے اگر میرے موجھ ہوتی تو اس مرحلے پر خود ہی نپٹ کر لیتا۔ سنو اگر تم ہماری ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتی ہو تو اس ترغیب کے بغیر بھی حاصل کر سکتی ہو۔"

یک بیک وہ بے حد سنجیدہ نظر آنے لگی اور اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار بھی دکھائی دیے اور پھر وہ حمید کے قدموں پر جھکتی چلی گئی تھی۔ دوبارہ اُس نے سر اُٹھایا تو اُس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"تم دیوتا ہو۔" وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔ "صحیح معنوں میں مرد ہو۔"

حمید اپنے اُوپر چھائے ہوئے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اب وہ خود کو پہلے سے بھی زیادہ احمق محسوس کر رہا تھا۔ نہ جانے کتنی اقسام کی عورتوں سے سابقہ پڑا تھا لیکن اس عورت میں کوئی ایسی چیز ضرور تھی، جس نے ابھی تک اُس میں احساسِ تنفر پیدا نہیں ہونے دیا تھا۔

وہ خاموش کھڑا اُوپر کے اندھیرے میں گھورتا رہا۔

فریدی نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کیا۔ "ہیلو... بلیک تھرٹین، بلیک تھرٹین...!" اس نے اُسے چہرے کے قریب لا کر کہا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بلیک تھرٹین کو دوبارہ کال کرنے لگا۔

کچھ دیر بعد ریسیور سے آواز آئی "اِٹ از بلیک تھرٹین سر۔"

"ہارڈ اسٹون... رپورٹ...!"

"دونوں آرام سے ہیں... لڑکی نے خود ہی اپنے بارے میں سب کچھ کہہ دیا ہے۔ وہ تنظیم سے بیزار ہے... اس پارٹی کی سربراہ کوئی عورت ہے، جو مردانہ بھیس میں رہتی ہے اور اس صورت میں بھی اس کے کئی رُوپ ہیں۔ لڑکی صرف ایک نام سے واقف ہے نام ہے لیکر اس۔ عورت کا کوئی نام نہیں بتا سکی... دوسری اہم اطلاع یہ ہے کہ اس نے خود ہی بتایا ہے کہ واجدی نامکمل برین واشنگ کی گئی تھی۔ تیسری اہم اطلاع کیپٹن کے کسی لحیم شحیم دوست

کے بارے میں ہے... خود اُنھوں نے اُس کا نام قاسم لیا تھا۔ لڑکی نام سے واقف نہیں، صرف صُورت آشنا ہے۔"

"اُس کے بارے میں کیا اطلاع ہے؟"

"کسی نہ کسی طرح وہ بھی گھیرنے ہی کے لیے استعمال کیا جائے گا۔"

"ہُوں... اچھا... بلیک فور سے کہو سمن آباد پہنچے اور میرے پیغام کا منتظر رہے۔ اُن دونوں کو فی الحال وہیں رہنے دو۔ جب تک میری طرف سے اطلاع نہ ملے، اُن سے رابطہ بھی قائم نہ کرو... اوور اینڈ آل۔"

سوئچ آف کر کے اُس نے ٹرانسمیٹر پوستین کی اندرونی جیب میں ڈال لیا۔

چاروں طرف گہرا اندھیرا تھا۔ پچھلے دن کی برف پگھل چکی تھی اور ننگی چٹانیں مہیب عفریتوں کی طرح مُنہ پھاڑے کھڑی تھیں۔ وہ اُس عمارت سے زیادہ دُور نہیں تھا، جہاں قاسم کو دیکھ چکا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اُسی طرف چل پڑا لیکن اس سلسلے میں وہ اتنی احتیاط برت رہا تھا کہ شاید دو چار گز کے فاصلے سے بھی نہ دیکھا جا سکتا۔ وہ اس اتھاہ سناٹے اور گہرے اندھیرے کا ایک جزو ہی معلوم ہو رہا تھا۔

تھوڑی سی جہد و جُہد کے بعد وہ عمارت کی پُشت پر جا پہنچا۔ ساری کھڑکیاں روشن تھیں۔ اس کا اندازہ اُسے اسی وقت ہُوا کہ اس چھوٹی سی عمارت میں چاروں طرف کھڑکیاں ہی کھڑکیاں تھیں اور اُن میں شیشے کا استعمال زیادہ سے زیادہ ہُوا تھا۔ بلندی سے اس عمارت کی نشاندہی میلوں دُور سے ہو سکتی تھی، خواہ کتنا ہی گہرا اندھیرا کیوں نہ ہو۔

اندر کمروں میں پیٹرومیکس لیمپ روشن تھے اور کھڑکیوں سے گزر کر باہر آنے والی روشنی عمارت کے آس پاس پھیلی ہوئی تھی۔ اس روشنی میں ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی دیکھے بغیر جانے کے خدشے کے بغیر دیوار تک پہنچ سکتا۔

فریدی ایک ایسی چٹان کے پیچھے دُبکا رہا، جو روشنی میں نہیں تھی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرنا چاہیے دفعتاً ہوا کے ایک بہت ہی تیز جھونکے نے اُسے ہلا کر رکھ دیا... اور پھر اُس نے عمارت کے قریب ایک ہیلی کاپٹر کو اُترتے دیکھا۔ قطعی بے آواز ہیلی کاپٹر... آواز کا ذرا سا بھی تو احساس نہیں ہُوا تھا۔ حیرت انگیز!

ہیلی کاپٹر سے کوئی اُترا تھا اور جب کھڑکیوں کی روشنی میں پہنچا تو فریدی اُس کی شکل دیکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ کوئی سفید فام غیر ملکی تھا۔ وہ عمارت کے اگلے حصّے کی طرف جا رہا تھا۔

فریدی آہستہ آہستہ بائیں جانب کھسکتا ہُوا ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔

دفعتاً عمارت کی ساری کھڑکیاں تاریک ہو گئیں۔ گویا یہ روشنی اس ہیلی کاپٹر کی رہنمائی کے لیے تھی۔ کچھ دیر بعد اُس نے پھر عمارت کی طرف دیکھا اور اب اُسے معلوم ہُوا کہ کھڑکیاں بالکل ہی تاریک نہیں ہوئی ہیں۔ اب اُن میں ایسی روشنی نظر آ رہی تھی، جیسے کمروں میں معمولی قسم کے کیروسین لیمپ روشن ہوں۔

اُس نے ریڈیم ڈائل والی گھڑی پر نظر ڈالی۔ دس بج کر پانچ منٹ ہوئے تھے۔ کھڑکیوں کی روشنی کی نوعیت اس طرح اچانک بدل جانے کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ تیز قسم کی روشنی کا استعمال مخصوص اوقات ہی کے لیے ہوتا ہو گا۔

وہ ہیلی کاپٹر کے قریب جا پہنچا۔ یہ اتنا بڑا تھا کہ اس میں پائلٹ کے علاوہ چھ سات آدمی بیٹھ سکتے تھے۔

جب اُسے اچھی طرح اطمینان ہو گیا کہ ہیلی کاپٹر کے اندر اور کوئی موجود نہیں ہے تو وہ بآہستگی اُس کے اندر داخل ہو گیا۔ پچھلی سیٹوں کے درمیان اُسے کمبلوں کا ایک ڈھیر سا محسوس ہُوا۔ وہ اُسے ٹٹولنے لگا۔

بس ڈھیر ہی ڈھیر تھا۔ اُس نے وہ سارے کمبل اپنے اُوپر ڈالے اور وہیں دُبک گیا۔ کان آہٹوں پر لگے ہوئے تھے۔

پھر اچانک اُسے خیال آیا ضروری نہیں کہ وہ آدمی واپسی پر تنہا ہو... پھر کیا کرنا چاہیے اگر کوئی ان سیٹوں پر آ بیٹھا تو راز کھل جائے گا۔

اب اُس نے پھر اندھیرے میں اِدھر اُدھر ٹٹولنا شروع کیا لیکن آس پاس گنجائش نہ تھی۔

دفعتاً اُسے خیال آیا۔ ادھر کمبلوں کا ڈھیر ہے اور اس عمارت میں شاید صرف تین ہی آدمی ہیں، چوتھا دکھائی نہیں دیا تھا اگر اُن سبھوں کو بھی بیٹھنا پڑا تو پچھلی سیٹیں کافی ہوں گی ادھر بیٹھنے کی ضرورت ہی نہیں، دیکھا جائے گا۔

ہیلی کاپٹر غیر معمولی قسم کا تھا، اس لیے اُس کی پروازیں پوشیدہ ہی رکھی جاتی ہوں گی۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کے مُلک میں کہیں بھی اس قسم کا کوئی ہیلی کاپٹر موجود نہیں۔

تھوڑی دیر بعد اُسے کئی قدموں کی آہٹیں ملیں۔ وہ ہیلی کاپٹر ہی کی طرف آ رہے تھے۔

اُس نے قاسم کو کہتے سُنا "محترمہ مجھے پھر بھوک لگ آئی ہے میں کچھ کھائے بغیر نہیں جا سکوں گا۔"

"مرے کیوں جاتے ہو، تھوڑی دیر بعد واپس آجائیں گے۔ جہاں ہم جارہے ہیں، وہاں بہت کچھ کھانے کو ملے گا۔"

"آپ کی مرضی۔" قاسم کا لہجہ ڈھیلا تھا۔

پھر فریدی نے انگریزی میں کسی کو کہتے سنا۔ "پچھلی سیٹوں پر... ادھر سامان ہے۔"

اُس نے طویل سانس لی۔ یہ مسئلہ بھی اتنی آسانی سے طے ہوگیا۔

لڑکی نے قاسم سے کہا تھا۔ "پچھلی سیٹ پر بیٹھنے سے یہ راکٹ کی طرح اُوپر جائے گا، اتنے وزنی ہو تم۔"

"یہی تو آپ کا سیکریٹرا ہوں... اپنے ہی وزن کی وجہ سے بڑے بڑے وزن اُٹھا لیتا ہوں۔"

"اچھا بس اب خاموشی سے بیٹھ جاؤ۔" لڑکی بولی۔

ہلکی سی آواز کے ساتھ پنکھوں کی گردش کی ابتدا ہوئی تھی اور جب ہیلی کاپٹر بلند ہونے لگا تھا تو وہ ہلکی سی آواز بھی غائب ہوگئی تھی۔ فریدی ان دونوں کی گفتگو اب بھی صاف سن رہا تھا۔ قاسم مسلسل بھوک کی شکایت کیے جارہا تھا۔

حمید گہری نیند سونے کی بڑی اچھی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ ہلکے ہلکے خراٹے غار میں گونج رہے تھے۔ خود ریما نے اُسے مشورہ دیا تھا کہ وہ سو جائے اور اپنے بارے میں کہا تھا کہ وہ نیند پوری کر چکی ہے لہٰذا ساری رات بھی جاگتی رہ سکے گی۔ یہ تجویز بھی اُسی کی تھی۔ ایک کو یقینی طور پر جاگتے رہنا چاہیے۔ دونوں کا سو جانا مناسب نہیں ہوگا۔

حمید آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا تھا لیکن تہیہ کر لیا تھا کہ آنکھ نہ لگنے دے گا۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد اُس نے ریما کی آواز سنی۔ وہ آہستہ آہستہ کسی کو کال کر رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ٹرانسمیٹر کے ذریعے کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

حمید نے پلکوں میں خفیف سا درہ کر کے دیکھا۔ لالٹین اُس کے قریب رکھی ہوئی تھی اور اُس نے اپنا لاکٹ گلے سے اُتار کر ہاتھوں میں اس طرح پکڑ رکھا تھا کہ لاکٹ تو مُنہ کے قریب تھا اور اُس کی چین کا دوسرا سرا لالٹین کے شیشے سے لگا رکھا تھا۔ لاکٹ سے ایک باریک سا تار نکل کر اُس کے داہنے کان تک آیا تھا، جس کے سرے پر یقینی طور پر ایک ننھا سا ائرفون رہا ہوگا۔

کسی نامعلوم فرد سے رابطہ قائم ہو جانے کے بعد وہ کہہ رہی تھی۔ "فریدی کا کچھ پتا نہیں البتہ اُس کا نائب میرے قبضے میں ہے۔ اب جو حکم ہو وہ کیا جائے... اوور...!"

وہ خاموش ہو کر شاید دوسری طرف سے بولنے والے کے احکامات سننے لگی تھی۔

کچھ دیر بعد بولی۔ "اس وقت تو پوری طرح میرے قبضے میں ہے۔ میں نے اُسے کافی میں بے ہوشی کی دوا دے دی ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ یہاں تک پہنچنا کیسے ممکن ہوگا جبکہ میں خود ہی نہیں جانتی کہ کہاں ہوں... اوور۔"

کچھ دیر خاموش رہ کر پھر وہ بولی تھی اور اب وہ اپنے یہاں تک پہنچنے کی رُوداد دُہرا رہی تھی۔

اس کے بعد خاموش ہو کر سننے لگی تھی۔ یہ وقفہ زیادہ طویل نہ ہُوا، جلد ہی اُس نے لاکٹ ہاتھ سے رکھ دیا اور لالٹین وہیں پہنچا دی جہاں پہلے رکھی ہوئی تھی۔

حمید اپنی ذہنی حالت کا جائزہ لینے لگا۔ کیا سچ مچ اُس نے کافی میں کسی طرح بے ہوشی کی دوا ملا دی تھی لیکن اس کا ذہن تو پوری طرح بیدار تھا۔ نیند کی رمق بھی نہیں تھی آنکھوں میں۔

پھر یہ کیا بکواس تھی؟ وہ سوچتا رہا۔

دفعتاً ریما اُسے جھنجوڑنے لگی۔ "حمید... حمید... اُٹھو... اُٹھو۔"

اور وہ بوکھلا کر اُٹھ بیٹھا۔ نہ صرف اُٹھ بیٹھا بلکہ بڑی پھرتی سے ریوالور نکال کر غار کے دہانے کی طرف جھپٹنا چاہا۔

"ارے... ارے۔" ریما اُس کا ہاتھ پکڑتی ہوئی بولی۔ "ہوش میں آؤ، یہ کیا وحشت ہے؟"

"اُوں... گگ... کیوں... پھر کیا ہے؟"

"بیٹھ جاؤ اور دھیان سے سنو! میں تمہارے لیے کافی بناؤں گی۔ پانی آئل اسٹوو پر رکھ چکی ہوں، پل بھر میں اُبلنے لگے گا۔"

حمید نے کچھ کہنا چاہا لیکن وہ ہاتھ اُٹھا کر بولی۔ "شش... میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ ابھی میں نے تیسری ناگن سے رابطہ قائم کیا تھا۔"

"تم نے کوئی ڈراؤنا خواب تو نہیں دیکھا؟" حمید نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں کہا۔

"میں کہتی ہوں سنجیدہ ہو جاؤ۔" وہ غصیلے لہجے میں بولی۔

"میں بالکل سنجیدہ ہوں، تم بین بجاؤ اور نکالو تیسری ناگن، اور کرو دیومالائی باتیں۔"

"تم کیا سمجھے تیسری ناگن سے؟"

"مجھے فضول باتوں سے اس حد تک دلچسپی نہیں کہ اس طرح جگائے جانے کے بعد انہیں برداشت کر سکوں۔"

"ہم لوگ جو اس مہم سے بددل ہو گئے ہیں، تینوں بڑی

عورتوں کو اسی نام سے یاد کرتے ہیں۔ تم جیسا پہلی ناگن ہے، نانوتہ دوسری اور تیسری ناگن وہ ہے، جو عام طور پر مردانہ میک اپ میں رہتی ہے۔"

حمید اُسے غور سے دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کیا اب وہ اسے کافی میں بے ہوشی کی دوا دینے والی ہے۔

"میں نے اُسے بتایا ہے کہ تم پوری طرح میرے قبضے میں ہو اور میں نے تمہیں کافی میں بے ہوشی کی دوا دے دی ہے۔" ریما چند لمحے خاموش رہ کر بولی۔

"اوہو، تو یہ بات ہے۔" حمید اسٹوو پر رکھے ہوئے کافی پاٹ کو گھورنے لگا۔

"تم غلط سمجھے۔ ضرورت پڑنے پر تمہیں بے ہوشی کی اداکاری کرنی پڑے گی۔"

"میں سب کچھ کر لوں گا، تم بس تیسری ناگن کی بات کیے جاؤ۔"

"میں آدھے گھنٹے بعد ایک تدبیر کروں گی اور ہمارا کوئی نہ کوئی آدمی یہاں پہنچ جائے گا۔"

"اگر ہمارے کسی آدمی سے مڈبھیڑ ہوگئی تو...؟"

"تم اس کی فکر نہ کرو، تمہارا کوئی آدمی ہماری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

"تم بے ہوشی کی دوا ہی دے دو مجھے کافی میں۔"

"کیوں؟"

"ہو سکتا ہے بے ہوشی کی ایکٹنگ نہ کر سکوں۔"

ریما کچھ نہ بولی۔ اُس نے اُٹھ کر حمید کے لیے کافی کا ایک کپ تیار کیا تھا۔ حمید اس دوران میں بغور اُسے دیکھتا رہا تھا کہ کہیں سچ مچ تو کوئی ایسی حرکت نہیں کرتی۔

"لو پیو اور بے ہوش ہو جاؤ۔" وہ ہنس کر بولی۔

"ریما... اگر اس میں زہر بھی ہے تو مجھے پروا نہیں۔" حمید نے اس سے پیالی لیتے ہوئے بڑے رومینٹک انداز میں کہا۔

"اتنا اعتماد ہے مجھ پر؟"

"تم نے خود کو اعتماد کے قابل ثابت کیا ہے۔"

"میں یقین نہیں کر سکتی۔ خیر مجھے اس سے کیا غرض... تم چاہو تو میری اسکیم پر عمل کرنے سے انکار بھی کر سکتے ہو۔"

"اتنی بدگمانی کیوں؟"

"تم نے میری باتوں پر یقین کیسے کر لیا؟"

"معمولی شکل و صورت کی لڑکیوں کی باتوں پر یقین کر لیتا ہوں تم تو اتنی حسین ہو۔"

"باتوں میں اُڑانے کی کوشش نہ کرو۔"

"عقل استعمال کرو، میرے پاس کون سا ایسا ذریعہ ہے، جس سے تمہاری باتوں کی تصدیق کر سکوں۔ سوائے اس کے کہ منتظر رہو اور دیکھو لہٰذا اب مجھے تمہارے ہر مشورے پر عمل کرنا ہی پڑے گا۔"

"موت سے بھی نہیں ڈرتے؟"

"موت ہماری بہت پرانی ہمسائی ہے، روزانہ خیریت دریافت کر کے واپس جاتی ہے۔"

"لیکن اب میں نے ارادہ ملتوی کر دیا ہے، بہت زیادہ تیزی دکھانے میں ٹھوکر کھانے کا خدشہ ہے۔ میرے ساتھیوں کی نظروں میں مجھے تم ہی لوگوں کے رحم و کرم پر ہونا چاہیے۔"

"بات تو ٹھیک ہے۔"

"لہٰذا اب میں انہیں اطلاع دینے جارہی ہوں کہ حالات کے تحت فی الحال یہ ناممکن ہے۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔ خواہ مخواہ مجھے جگا دیا۔"

"ٹھہرو... ایک منٹ ٹھہرو... ذرا وہ لالٹین اُٹھاؤ۔"

حمید کافی پی چکا تھا، اُٹھ کر لالٹین اُٹھا لایا۔ ریما نے گلے سے لاکٹ اُتار کر پھر وہی حرکت شروع کر دی، جو کچھ دیر پہلے بظاہر حمید کی لاعلمی میں کر چکی تھی۔ ویسے اس بار اُس نے لاکٹ سے ایک کی بجائے دو ائرفون منسلک کیے تھے۔ ایک اپنے کان میں لگا کر دوسرا حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کان میں لگا لینے کا اشارہ کیا۔

حمید نے اُس کے مشورے پر عمل کیا تھا۔

اب وہ لاکٹ کو مُنہ کے قریب لا کر کسی کو کال کر رہی تھی دفعتاً حمید نے دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سنی۔

"ریما پلیز... ویٹ...!" پھر چند لمحوں کے بعد آواز آئی۔

"ہیلو ریما... ریما!"

اور ریما سے جواب مل جانے کے بعد کہا گیا۔ "اوور... ٹو لیکر اس!"

حمید ہمہ تن گوش ہو گیا اس نام پر... اور پھر دوسری آواز آئی۔ "ہیلو ریما۔"

"اِٹ از ریما سر! کچھ دیر پہلے میں نے جو پیغام بھیجا تھا اب اُس کے مطابق عمل نہیں کر سکوں گی کیونکہ وہ خود غائب ہو گیا ہے اور اُس کا نائب میرے ساتھ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح وہ میری نقل و حرکت پر نظر رکھنا چاہتا ہو... اوور...!"

"ٹھیک ہے، جو مناسب سمجھو کرو... تم بہت ذہین ہو۔"

"شکریہ جناب!"

"اوور اینڈ آل" دوسری طرف سے آواز آئی۔

ریما نے کان سے ائرفون نکال لیا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

"کیا خیال ہے؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی "کس سلسلے میں؟"

"اُس آواز سے متعلق۔"

"کیا تم مجھے یہ باور کرانا چاہتی ہو کہ وہ کسی عورت کی آواز تھی؟"

ریما اثبات میں سر ہلا کر بولی "تیسری نائٹن کی۔"

"حیرت انگیز۔"

"وہ تمہارے چیف سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ مقامی آدمیوں سے وہ عموماً لیکر اس ہی کے میک اپ میں ملتی ہے۔"

حمید پُرتفکر انداز میں پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

ایک مخصوص بلندی پر پہنچنے کے بعد ہیلی کاپٹر سیدھی پرواز میں آگیا تھا اور اب فریدی خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کسی ہیلی کاپٹر میں پرواز کر رہا ہے۔ نہ تو اُس میں آواز تھی اور نہ رفتار ہی کا احساس ہوتا تھا۔ وہ قاسم اور اس لڑکی کی گفتگو اب بھی اتنی ہی صاف سُن رہا تھا جتنی زمین پر سُنی تھی۔

لڑکی اُس سے کہہ رہی تھی "تم کسی طرح اپنی بھوک پر قابو پانے کی کوشش کرو۔ ہر وقت پیٹ پیٹ چلاتے رہتے ہو۔"

"آپ کبھی کبھی بور کرنے لگتی ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے یہ نوکری چین سے بیٹھ کر کھانے ہی کے لیے کی تھی۔"

"تو آدمیوں کی طرح کھاؤ... منع کون کرتا ہے؟" لڑکی نے قاسم کی نقل اُتاری۔

"دیکھیے... اس کی نہیں ہوتی۔" قاسم کی آواز آئی اور پھر جھینپی ہوئی سی "ہی ہی ہی" شروع ہوگئی۔

"اس کے باوجود تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو۔ میری خواہش ہے کہ زندگی بھر میرے سیکرٹری رہو۔"

"تو قیامت زندگی بھر پہاڑ کھودتی رہیں گی۔"

"میرا پیشہ یہی ہے۔ اس کی تعلیم حاصل کی ہے میں نے... اتنی عمر ضائع کی ہے... مجھے پروسپکٹنگ سے عشق ہے... تم خود سوچو... کہیں کسی نامعلوم جگہ تم کھڑے ہو اور تمہیں علم ہو جائے کہ تمہارے قدموں کے نیچے سونا ہے... چاندی ہے... جواہرات ہیں تو تمہارا کیا حال ہوگا خوشی کے مارے... میرے باپ کو اس سے دلچسپی نہیں ہے اور وہ ہیں بھی کیف و نزار آدمی... تمہاری طرح دیو نہیں ہیں۔"

"باپ تو سب کے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میرے باپ کے علاوہ لل... لیکن آپ شادی بھی تو کر سکتی ہیں... قیوں۔"

"ضروری نہیں کہ میرے شوہر کو بھی اس سے دلچسپی ہو پھر میرا ارادہ نہیں ہے شادی کرنے کا۔"

"قیوں؟" قاسم کے لہجے میں مسرت تھی۔

"بس یونہی۔"

"تو میں جندگی بھر سیکرٹیرا۔"

"شٹ اپ... سیکرٹری۔"

"بولیے، جواب دیجیے... جندگی بھر۔"

"ہاں زندگی بھر... مجھے تمہاری باتوں پر غصہ نہیں آتا... لیکن شوہر کی ذرا سی بات پر غصہ آسکتا ہے۔"

"جی... بلقل میرا بھی یہی حال ہے... بیوی کی جرا جرا سی بات پر کتل کر دینے کو جی چاہتا تھا... لیقن آپ کچھ بھی کہتی رہیں مجھے تاؤ نہیں آتا۔"

"اسی لیے میں شادی کی مخالف ہوں۔"

"بلقل بلقل... بس سیکرٹری اور سیکرٹیرا ہونا چاہیے۔"

فریدی سوچ رہا تھا پتا نہیں یہ نامعقول کس طرح اُلجھایا گیا ہے۔ کچھ دیر بعد اس نے پھر قاسم کی آواز سُنی۔

"قیا... میں تھوڑی دیر سو سکتا ہوں؟"

"نہیں، اب بس پہنچا ہی چاہتے ہیں۔"

"کتنے دن وہاں رہنا ہے؟"

"بس دو دن کی بات ہے۔ ایک جگہ پلاٹینم کے پائے جانے کا امکان ہے، ذرا دیکھیں گے۔"

دفعتاً فریدی نے محسوس کیا کہ ہیلی کاپٹر نیچے اُتر رہا تھا۔ وہ پوری طرح ہوشیار ہوگیا اگر وہ کمبل جن کے نیچے وہ چھپا ہوا تھا۔ یہیں اُتارے جانے کے لیے تھے تو اب اُسے چند خطرناک لمحات کے لیے تیار رہنا تھا۔

بالآخر ہیلی کاپٹر نے لینڈ کیا۔

"چلو اٹھو۔" فریدی نے لڑکی کی آواز سُنی اور پھر قاسم کی غاؤں غاؤں سُنائی دی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اُسے جھنجوڑ کر جگایا جا رہا ہو۔ پھر اُس نے پیروں کی چاپ سُنی۔ غالباً وہ دونوں اپنی جگہوں سے اُٹھ کر دروازے کی طرف آرہے تھے۔ دروازہ کھلنے کی آواز آئی، اور سناٹا چھا گیا۔

فریدی سوچ رہا تھا، اب اس وقت کا انتظار کرنا چاہیے، جب کوئی اُن کمبلوں کو وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرے۔

لیکن کب تک؟ وقت گزرا جا رہا تھا۔ آخر اُس نے کمبلوں کے ڈھیر کے نیچے سے سر نکالا۔

ہیلی کاپٹر میں سناٹا تھا۔ کاک پٹ بھی خالی نظر آئی۔ پائلٹ کی عدم موجودگی کا مطلب یہی تھا کہ وہ بھی مسافروں کے ساتھ ہی اُتر گیا ہوگا۔

فریدی بڑی احتیاط سے نیچے اُتر آیا لیکن جیسے ہی اُس نے کسی جانب بڑھنے کے لیے کریپنگ پوزیشن میں آنا چاہا، اُس کے ہاتھ اور پیر کسی چیز میں اُلجھ کر رہ گئے، اُلجھتے ہی گئے۔ حتیٰ کہ وہ ایسا محسوس کرنے لگا جیسے کسی مکڑی کے جالے میں پھنس گیا ہو... پھر دفعتاً وہ تیز قسم کی روشنی میں نہا گیا اور اب اُس نے دیکھا کہ وہ نائیلون کی باریک باریک ڈوریوں کے جال میں پھنسا ہوا تھا۔

"اسے اُٹھاؤ۔" اُس نے ایک بھاری اور گونجیلی آواز سُنی۔

تین آدمی اُسے اُٹھانے کی کوشش کرنے لگے۔ اُس نے بھی مزاحمت نہ کی، چپ چاپ اُٹھتا چلا گیا۔

اُسے اب پھر ہیلی کاپٹر ہی میں ڈال دیا گیا تھا اور ہیلی کاپٹر کے اندر بھی اتنی روشنی تھی کہ وہ دوسروں کے چہرے دیکھ سکتا۔ اُن تینوں غیر ملکیوں کے پیچھے قاسم نظر آیا۔ لڑکی بھی اُس کے ساتھ تھی۔ فریدی نے محسوس کیا کہ وہ دونوں اُسے پہچان لینے والی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

دفعتاً قاسم ہنس کر بولا "ارے یہ تو وہی مُرغی والا ہے۔"

"ہاں وہی ہے۔" لڑکی نے یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا تھا۔ پھر وہ دوبارہ پچھلی سیٹوں پر چلے گئے تھے۔ وہ تینوں غیر ملکی بھی اب ان کے ساتھ ہی تھے۔

ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہونے لگا۔ فریدی اب کمبلوں کے اُوپر پڑا ہوا تھا۔ اُس نے کچھ دیر بعد قاسم کی آواز سُنی۔

"تو قیا ہم اس کو پکڑنے کے لیے یہاں آئے تھے۔"

"اور کیا۔" لڑکی کی آواز آئی "اب ہم اس سے پوچھیں گے کہ مُرغیاں کہاں سے چُرا کر لایا تھا۔"

"اب تو پورا کریٹ ہمارے ہاتھ آجائے غا... ہی ہی ہی۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔ البتہ فریدی اپنی اس حماقت پر دل ہی دل میں محظوظ ہو رہا تھا۔ تو گویا وہ کمبلوں کا ڈھیر اسی لیے ہیلی کاپٹر میں ڈالا گیا تھا کہ وہ اُس میں چھپ سکے۔ ہیلی کاپٹر نہیں چوہے دان تھا گویا... تو کیا ناصر نے انہیں مطلع کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہو سکتی لیکن پھر اُسے یاد آیا۔ بوڑھے نے کہا تھا کہ ادھر سے تو گاڑیاں نہیں گزرتیں اور اُس کی آنکھوں میں تشکیک کی جھلکیاں بھی نظر آئی تھیں پھر ناصر ٹرک لے بھاگا اگر وہ اپنے عہد پر قائم بھی رہا ہو تب بھی اُس کے فرار نے دوسروں کو شبہات میں مبتلا کیا ہوگا۔ دراصل غلطی خود اسی سے ہوئی۔ جلد بازی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ کم از کم ایک رات انہی اطراف میں ٹھہر کر ان لوگوں کی نگرانی کرتا اور... اب...!

خیالات کا سلسلہ ایک بار پھر قاسم ہی کی آواز سے ٹوٹ گیا تھا۔

"تو اب ہم اس چور کا قیا فریں غے۔"

"پولیس کے حوالے کر دیں گے۔" لڑکی کا جواب تھا۔

"واہ بھئی۔ اب مُرغی چوروں کے لیے بھی ہیلی کاپٹر سروس چلا قرے گی۔ واہ وا...!"

فریدی بے اختیار مُسکرا پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ پوری طرح مطمئن ہو۔ نائیلون کے تاروں کے جال میں اُس کے ہاتھ پیر آزاد تھے اور اس میں اتنی جگہ تھی کہ وہ انہیں بآسانی موڑ سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد ہیلی کاپٹر پھر نیچے اُترتا محسوس ہونے لگا۔

فریدی خاموش پڑا رہا۔

ہیلی کاپٹر لینڈ کر چکا تھا۔ دفعتاً اُس نے کسی کو کہتے سُنا۔

"وی آر ایٹ پوائنٹ سکس... وی آر ایٹ پوائنٹ سکس ہیلو ہیلو... کوئی کالنگ لیکراس۔"

بولنے والا یقینی طور پر وائرلیس کے ذریعے کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اُس کی آواز پھر سُنائی دی "ہیلو... لیکراس... تدبیر کارگر ہوئی۔ وہ ہاتھ آگیا ہے۔ پوائنٹ سکس والوں نے اس کی شناخت کر لی ہے۔"

ایک پل کے لیے وہ خاموش ہو کر پھر بولا "موٹا آدمی اُسے اس حیثیت میں نہیں شناخت کر سکا، جس میں ہمیں توقع تھی۔ اُس نے اُسے صرف ٹرک والے کی حیثیت سے شناخت کیا ہے۔"

کچھ دیر پھر سکوت رہا۔ اس کے بعد پچھلی سیٹوں والے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

ایک بار پھر فریدی کو اُٹھانے کا مسئلہ درپیش ہوا۔

"تم تو اکیلے ہی اُٹھا سکو گے۔" لڑکی نے قاسم سے کہا "ان

تمہوں شریف آدمیوں کو کیوں تکلیف دوں۔"

"نہیں، میں ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔" قاسم جماہی لے کر بولا۔

"کیوں؟"

"اس بیچارے نے چھ مرغیاں بقل مفت مجھے دی تھیں۔ شریف آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"جہنم میں جاؤ۔" لڑکی بڑبڑائی۔

پھر وہ دونوں تو نیچے اتر گئے تھے اور غیر ملکی فریدی کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگے تھے۔

فریدی نے اس بار بھی مزاحمت نہ کی چپ چاپ اٹھتا چلا گیا لیکن جب انھوں نے اسے نیچے اتار کر کاندھوں پر لادنے کی کوشش شروع کی تو اس کی پوستین کی داہنی آستین سے ایک چھوٹا سا چاقو برآمد ہوا اور نائیلون کا جال ان کی بے خبری میں کٹتا چلا گیا۔

انھیں ہوش تو اس وقت آیا جب دو کی گردنیں اس کی گرفت میں آئی تھیں اور تیسرے کی کھوپڑی پر پوری قوت سے ٹھوکر پڑی تھی اور اس کا احساس تو فریدی کو پہلے ہی ہو گیا تھا کہ یہ وہی جگہ ہے جہاں سے روانگی ہوئی تھی۔ عمارت کی کھڑکیوں سے پھوٹنے والی تیز روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

اس روشنی میں اگر وہ بھاگنے کی کوشش کرتا تو کسی نہ کسی کے ریوالور کی گولی اسے ضرور چاٹ جاتی لہٰذا اپنی ہی مہلت میں اس نے خود اپنا ریوالور نکال لیا اور گرج کر بولا۔ "جہاں ہو وہیں ٹھہرو۔"

سب کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ پائیلٹ بھی انھی میں شامل تھا۔

پھر اس نے قاسم کو مخاطب کر کے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ تم اس لڑکی سے محبت کرتے ہو۔"

"بہت جیادہ... بقل بقل۔"

"ان سیندوں نے تمھارے خلاف سازش کی ہے۔"

"اے تم ہو قون؟"

"اچھا اب پہچانو میری آواز۔"

"ارے بب... باپ رے۔"

"ہاں، اب انھیں گرا کر بے بس کرو۔" فریدی بولا۔ وہ عمارت کی طرف سے بھی بے خبر نہیں تھا لیکن بوڑھے کی شکل دکھائی نہ دی۔ تو پھر کیا وہ پیغام جو ہیلی کاپٹر سے نشر کیا گیا تھا اسی کے لیے تھا؟ اگر یہ نہیں تو پھر کھڑکیاں اتنی روشن کیوں تھیں؟ خود اس کے تجربے کے مطابق تو انھیں ہیلی کاپٹر کی رہنمائی ہی کے لیے روشن کیا گیا تھا۔

"مل... یقین...!"

"یہ کون ہے؟" لڑکی نے قاسم سے پوچھا۔

"ارے کچھ نہ پوچھو، اب جرور گھپلا ہو گا۔"

"تم بے فکر رہو، میں تمھاری محبت کو پھلنے پھولنے دوں گا۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔" دفعتاً قاسم نے اپنا داہنا ہاتھ برابر کھڑے ہوئے آدمی کی گردن پر رسید کرتے ہوئے کہا۔ وہ منہ کے بل ڈھیر ہو گیا اور لڑکی چیخنے لگی۔ ساتھ ہی فریدی نے انھیں للکارا۔ "اگر کسی نے بھی اپنی جگہ سے جنبش کی تو گولی مار دوں گا۔ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے اسے کرنے دو۔"

پھر اس نے مضبوط ڈور کا گولا نکال کر قاسم کی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "ان کے ہاتھ بھی پشت پر باندھتے جاؤ۔"

حمید کو نیند نہیں آ رہی تھی لیکن وہ آنکھیں بند کیے پڑا رہا اور ریما تو جاگ ہی رہی تھی۔ بالکل ایسے انداز میں بیٹھی تھی جیسے مراقبے میں ہو۔ اچانک حمید نے کسی کی آہٹ محسوس کی اور بوکھلا کر اٹھ بیٹھا لیکن ریما کے بیٹھنے کا انداز نہ بدلا۔

غار میں وہی شخص داخل ہوا تھا جس نے یہاں تک حمید کی رہنمائی کی تھی۔ اس نے دہانے کے قریب ہی رک کر حمید کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔ حمید بڑی پھرتی سے اٹھا تھا۔

اس نے آہستہ سے کہا۔ "اب آپ معمولی سے میک اپ میں ریگم بالا کی طرف جا سکتے ہیں۔ ضروری سمجھیں تو لڑکی کے چہرے میں تھوڑی بہت تبدیلی کر دیں کیونکہ رینجرز کو آپ دونوں کی تلاش بھی ہے۔"

"کیا ابھی اسی وقت جانا ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"جی ہاں، خالی گاڑی زیادہ دیر تک سڑک پر نہیں چھوڑی جا سکتی۔"

"خدا کی پناہ سڑک تک پہنچنا آسان تو نہیں۔ یہ لڑکی شاید کہیں بیٹھ ہی جائے، خیر...!"

"میں باہر موجود ہوں۔" اجنبی نے کہا اور باہر چلا گیا۔

گفتگو اتنی آہستگی سے ہوئی تھی کہ ریما تک شاید ہی اس کا کوئی لفظ پہنچ سکا ہو۔ بہر حال جب حمید اس کی طرف مڑا تو وہ اسے مراقبے ہی کے سے انداز میں ملی۔ قریب پہنچ کر اس نے اسے آواز دی اور وہ چونک پڑی۔

"کیا ہے؟ کیا بات ہے؟"

"کیا تم سو رہی تھیں؟"

"شاید... شاید آنکھ لگ گئی تھی، کیا بات ہے؟"

"ہمیں ابھی یہاں سے روانہ ہو جانا پڑے گا۔"

"کیا صبح ہو گئی؟"

حمید نے گھڑی پر نظر ڈال کر کہا۔ "صبح ہونے ہی والی ہے۔ ہمیں اپنے چہروں میں تھوڑی بہت تبدیلیاں بھی کرنی پڑیں گی۔"

"کیوں؟"

"کمال کرتی ہو۔ ہمیں رینجرز سے بھی تو بچنا ہے۔ ہمارے لیے انھوں نے چاروں طرف جال بچھا دیے ہوں گے۔"

پھر ان کے درمیان کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ حمید اس کے چہرے میں تبدیلیاں کرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر ناہموار راستوں پر ٹھوکریں کھاتے نظر آئے۔ سوٹ کیس ہمراہی نے اٹھایا تھا۔ اس بار ریما کی زبان سے شکایت کا ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ بڑے مزے میں چلی جا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے ہمیشہ سے ایسے راستوں پر چلتی آئی ہو۔

"کیا بات ہے؟" حمید نے آہستہ سے پوچھا۔ "اس بار تم دماغ نہیں چاٹ رہیں۔"

"اب اداکاری کی ضرورت باقی نہیں رہی۔" ریما نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

سڑک تک پہنچنے میں خاصا وقت صرف ہوا تھا۔ صبح کی سفیدی پھیلنے لگی تھی۔

یہ ایک چھوٹی سی اسپورٹس کار تھی۔ ہمراہی نے سوٹ کیس گاڑی کے پچھلے حصے میں رکھتے ہوئے کہا۔ "خدا حافظ۔"

حمید نے انجن اسٹارٹ کیا، ایکسلریٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

"ذرا احتیاط سے۔" ریما بولی۔

"فکر نہ کرو۔"

چاروں طرف پھیلا ہوا سناٹا بڑا پراسرار لگ رہا تھا... پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہلکی ہلکی دھندلائی ہوئی سی سرخی اس سناٹے ہی کا ایک جزو معلوم ہوتی تھی۔ شدید سردی کے باوجود بھی حمید اس خوبصورت منظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا اور ریما اس کی اوپر اٹھی ہوئی ناک کو گھورے جا رہی تھی۔

"اگر اب اس ناک پر چھوٹا سا پرندہ بٹھا دیا جائے تو کیسے لگو گے؟" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ جلد از جلد ریگم بالا پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اس غار سے اچانک روانگی کا مقصد یہی ہو سکتا تھا کہ ہمراہی کو فریدی کی طرف سے اچانک ہی اس کے لیے ہدایت ملی ہو گی لیکن وہ اس سلسلے میں پوچھ گچھ نہیں کر سکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایک بے نام سی الجھن اس کے ذہن پر مسلط ہو گئی۔

"تم اتنے خاموش کیوں ہو؟" دفعتاً ریما بولی۔

"کچھ نہیں، میں یہ سوچ رہا ہوں آخر زندگی کا مقصد کیا ہے؟"

"پولٹری فارمنگ، میں تو بڑھاپے میں یہی کروں گی۔"

"میں اس وقت سنجیدہ ہوں۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے پولٹری فارمنگ میں۔"

"مجھے ہنسنے پر مجبور نہ کرو۔"

"اچھا تو رو کر ہی دکھاؤ، اب زندگی بھر مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکو گے، سمجھے؟"

حمید جواباً کچھ نہ بولا۔ وہ اس وقت سچ مچ خاموش رہنا چاہتا تھا۔ نہ جانے کیوں اس کی وہ اداسی جاگ پڑی تھی، جو کبھی کبھی بھرے مجمع میں بھی احساس تنہائی کا موجب بن جایا کرتی تھی۔

وہ گاڑی کی رفتار بڑھاتا رہا۔ دفعتاً ریما اسپیڈو میٹر کی طرف دیکھ کر بولی۔ "کہیں تمھارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ اس سے پہلے کبھی تم نے اس سڑک پر سفر تو نہیں کیا... رفتار کم کرو۔"

"تم ڈرو نہیں۔"

"تم نہیں جانتے کہ اچانک آگے ڈھلان ملے گی یا تمھیں گاڑی موڑنی پڑے گی۔"

"تم جانتی ہو، اس لیے مطمئن ہوں۔"

"اچھی بات ہے، تو میری سنو۔ یہاں سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک موٹیل اور ہے۔ ہم وہاں رک کر شریف آدمیوں کی طرح ناشتا کریں گے۔"

"ہم اسی صورت میں کہیں قیام کر سکیں گے اگر تم برقع استعمال کرنے پر آمادہ ہو جاؤ کیونکہ تمھارے جسم پر اب بھکشنوں والا لباس ہے۔ رینجرز نے تمھارے لباس کے بارے میں یقینی طور پر اعلان کیا ہو گا۔"

"میں نے اس کے اوپر لمبی پوستین بھی تو پہن رکھی ہے۔"

"پوستین پہلے بھی تھی۔"

"اچھا میں برقع استعمال کروں گی لیکن ہمیں آگے رکنا ہے۔ رفتار اور کم کرو۔"

حمید نے رفتار کم کر دی۔ موٹیل کی عمارت کے آثار دور ہی سے نظر آ رہے تھے۔

"یہاں ایک چھوٹا سا اسٹور بھی ہے۔ تم میرے سائز کا اسکرٹ اور بلاؤز خرید سکو گے۔"

"ہوں۔"

موٹیل کے سامنے اُس نے گاڑی روکی اور بولا "نہیں برقع رہنے دو۔ پوستین تمہارا لباس ڈھک لیتی ہے اور اس قسم کی پوستین یہاں عام ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ سوئیٹ ہارٹ۔" ریما نے طویل سانس لی۔

سورج طلوع ہو رہا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیاں نارنجی رنگ کے کہر میں لپٹی دکھائی دیتی تھیں۔ وہ دونوں گاڑی سے اُتر کر موٹیل کے ڈائننگ ہال میں داخل ہوئے۔ یہ موٹیل اپنی نوعیت کے اعتبار سے جدید ترین تھا۔

ایک باوردی ویٹر نے اُن کا استقبال کیا۔ اس وقت یہاں کی ساری بینیں خالی نظر آ رہی تھیں۔

"کیا قیام فرمائیں گے؟" ویٹر نے حمید سے پوچھا۔

"پہلے گرما گرم کافی، بقیہ باتیں بعد میں... اور ہاں ساتھ میں چکن سینڈوچ بھی۔" حمید کرسی پر گرتا ہوا بولا۔

"بہت بہتر جناب۔" ویٹر کسی قدر جھک کر بولا اور وہاں سے چلا گیا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم یہاں رہائش اختیار کر کے پہلے اپنی حالت درست کریں پھر آگے بڑھیں گے۔" ریما بولی۔

"جو تم مناسب سمجھو۔"

"آخر تم اتنے بجھے بجھے سے کیوں نظر آ رہے ہو؟"

حمید صرف ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

ریما اُسے حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر حمید بولا "میں نہیں جانتا کہ ریگم بالا پہنچ کر مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"میں جانتی ہوں۔" ریما اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

"کیا جانتی ہو؟"

"جو میں کہوں گی وہی تمہیں کرنا پڑے گا۔"

"میرے لیے کوئی نئی بات نہیں۔ خوبصورت عورت کے اشاروں پر ناچتا ہی آیا ہوں۔"

"مکاری کی باتیں نہ کرو۔"

حمید پھر کچھ نہ بولا۔ اُس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں وہ سوچ رہا تھا کہ ریما نے وہاں قیام کرنے کا مشورہ دے کر اُس پر احسان عظیم کیا ہے۔ اب وہ اپنی نیند پوری کیے بغیر ایک قدم بھی نہیں اُٹھانا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ویٹر طلب کی ہوئی چیزیں لایا اور میز پر لگانے لگا۔

اتنے میں صدر دروازے سے کئی افراد اندر داخل ہوئے۔ ریما اُدھر ہی دیکھ رہی تھی۔ یکایک اُس کی آنکھوں میں دہشت زدگی کے آثار نظر آئے اور پھر ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اپنی بدلتی ہوئی حالت پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہو۔

حمید نئے آنے والوں کی طرف پوری طرح متوجہ ہو گیا۔ یہ تعداد میں سات تھے۔ سب سفید فام تھے اور ان میں صرف ایک عورت تھی۔ ایسی عورت جس کے مقابلے میں مرد ساتھی بونے نظر آ رہے تھے۔ بارعب چہرے والی یہ لحیم شحیم عورت پُروقار انداز میں چلتی ہوئی کاؤنٹر کی طرف چلی گئی۔ مرد ایک میز کے قریب رُک گئے تھے۔

حمید نے پھر ریما کی طرف دیکھا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہی تھی۔

"کیا بات ہے، کیا تمہاری طبیعت خراب ہے؟" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"کک... کچھ نہیں۔" اُس نے کہا اور ایک سینڈوچ اُٹھا کر کھانا شروع کر دیا۔

حمید ٹکٹکی لگائے اُس عورت کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"اُدھر مت دیکھو۔" ریما آہستہ سے بولی۔

"کیوں؟" حمید چونک پڑا اور اُس نے بھی ایک سینڈوچ اُٹھا لیا۔

"بحث نہ کرو، اب تمہیں میرے کہنے پر چلنا ہے۔"

"بہت اچھا محترمہ۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"لیکن تم اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کر سکو گی۔"

"کیسا فیصلہ؟"

"یہی کہ آج ہم یہیں قیام کریں گے۔"

ریما کسی سوچ میں پڑ گئی اور حمید کن انکھیوں سے کاؤنٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ عورت ابھی تک کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی سے باتیں کیے جا رہی تھی۔

"اس طرح اُدھر نہ دیکھو۔ بہرے بن جاؤ جیسے تمہارے علاوہ یہاں اور کوئی موجود ہی نہ ہو۔"

"تم نے میرے جس لحیم شحیم دوست کا ذکر کیا تھا اگر اس وقت وہ یہاں موجود ہوتا تو بس مزہ ہی آ جاتا۔"

"کیا ہوتا؟"

"اس قدوقامت کی عورت دیکھ کر حواس کھو بیٹھتا ہے۔"

"میں کہتی ہوں اُدھر مت دیکھو۔"

"جہنم میں جائے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا اور جلدی جلدی سینڈوچ

کھانے لگا۔ کافی پینے کے دوران میں اُس نے ویٹر کو اشارے سے اُکسایا کہ ایک ڈبل بیڈ والے کمرے کے لیے بھی کہا تھا۔

نئے آنے والے بھی شاید قیام ہی کے لیے یہاں آئے تھے کیونکہ اب اُن کا سامان بھی اندر لایا جا رہا تھا اور پھر وہ سامان کے ساتھ ہی شاید رہائشی کمروں کی طرف چلے گئے تھے۔ ریما نے طویل سانس لی اور اب اُس کی آنکھیں پُرسکون تھیں۔

"کیا یہی وہ عورت تھی؟" حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

اور ریما بات اُڑانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی "کیپٹن حمید، دُنیا کی ہر عورت خطرناک ہے۔"

"اب بکواس شروع کر دی تم نے... مجھے عورتوں کے بارے میں خوش فہمی ہی میں مبتلا رہنے دو، ورنہ پھر کس کے سہارے جیئوں گا۔"

"بکواس تم کر رہے ہو، پتھر۔"

"پتھر ضرور ہوں۔" حمید نے کہا اور جملہ پورا کیے بغیر اونگھنے لگا۔

وہ ناشتا کر چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک پورٹر نے میز کے قریب آ کر اُن کا سوٹ کیس اُٹھایا اور اُن سے بھی رہائشی کمرے کی طرف چلنے کو کہا۔

"اس سے پوچھو کہ ڈپارٹمنٹل اسٹور کس وقت کھلتا ہے۔" ریما نے حمید سے کہا۔

حمید کے سوال پر پورٹر نے جواب دیا "دس بجے جناب!"

کمرا خاصا گرم تھا۔ آتشدان میں کوئلے دہک رہے تھے۔

"بڑی عجیب بات ہے۔" حمید بڑبڑایا۔

"کیا؟" ریما چونک پڑی۔

"یہ کوئلے... اتنی جلدی تو نہیں دہک سکتے۔"

"ہو سکتا ہے خالی کمروں کو بھی گرم ہی رکھتے ہوں۔ بڑا اچھا طریقہ ہے۔ پتا نہیں کب کوئی گاہک آ جائے۔"

"اچھی بات ہے۔ فی الحال ہمیں سو جانا چاہیے۔ بقیہ باتیں پھر ہوں گی۔" حمید جماہی لے کر بولا۔

"میری نیند غائب ہو گئی ہے۔"

"کیوں؟"

"سخت اُلجھن میں ہوں۔"

"کچھ بتاؤ بھی تو... اگر نہیں کچھ نہیں۔ پہلے میں جی بھر کر سوؤں، اس کے بعد بتانا۔"

"تمہارا ابھی جواب نہیں ہے۔"

"گڈ بائی۔" یہ کہتا ہوا حمید جوتوں اور پوستین سمیت بستر پر گرا اور اپنے اُوپر کمبل تان لیا۔

■

لڑکی کے علاوہ اُن میں سے اور کوئی بھی آزاد نہیں تھا۔ قاسم نے پچھلی رات چاروں کو باندھ لیا تھا لیکن ذرا سی غفلت کی بنا پر بوڑھا نہ صرف نکل گیا تھا بلکہ ہیلی کاپٹر بھی لے گیا تھا۔

اُن چاروں کو قابو میں کر لینے کے بعد وہ عمارت میں داخل ہوا تھا۔ لڑکی دم بخود تھی۔ جب عمارت میں بوڑھا نہ ملا تو فریدی نے اُس کے متعلق لڑکی سے سوال کیا لیکن لڑکی نے لاعلمی ظاہر کی۔ پھر جلد ہی فریدی کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ کیونکہ جب دوسری بار اُس نے عمارت سے باہر قدم نکالا تو ہیلی کاپٹر غائب تھا۔

دفعتاً اُسے خیال آیا کہ اب اِن غیر ملکیوں سے شاید ہی کچھ اگلوایا جا سکے کیونکہ یہاں اُن کا قیام کسی ظاہری حیلے کے بغیر نہ ہوا ہوگا۔ ہیلی کاپٹر ان کے خلاف ایک عمدہ ثبوت ہوتا۔

صبح ہو رہی تھی۔ وہ پھر عمارت میں واپس آ گیا۔ چاروں غیر ملکی فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ قاسم نے اُن کے ہاتھ پیر بڑی مضبوطی سے باندھے تھے۔

"یہ آخر کیا ہے؟" لڑکی، فریدی سے نظر ملائے بغیر بولی "میرے ساتھیوں سے اس قسم کا برتاؤ کرنے والے تم کون ہو؟"

"کیا تمہارے سیکرٹری نے کچھ نہیں بتایا؟"

"سیکرٹری! جنابِ عالی۔" قاسم نے اُسے ٹوکا۔

"تم سے جواب طلب کیا جائے گا۔" لڑکی بولی۔

"کون جواب طلب کرے گا؟"

"حکومت... یہ لوگ ایک غیر ملکی امداد کے تحت یہاں جیالوجیکل سروے کر رہے ہیں۔"

"کر رہے ہوں گے۔" فریدی نے بے پروائی سے کہا۔

"تم آخر ہو کون؟"

"جادوگر... جس سے جس وقت جو کام چاہوں لے لوں۔ اب یہی دیکھ لو کہ تمہارا سیکرٹری بے چون و چرا میرے احکام کی تعمیل کر رہا ہے۔"

"یہ کون ہے۔" دفعتاً وہ قہر آلود انداز میں قاسم کی طرف مُڑی۔

"یہ... یہ... ایک بہت بڑے وہ ہیں۔"

"کیا ہیں؟"

فریدی نے قاسم کو گھور کر دیکھا اور وہ گڑبڑا کر بولا "وہ ہیں وہ... یعنی کہ جو لوغ لونڈیوں کے چکر میں ہوتے ہیں انھیں سمجھاتے بجھاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔"

"کیا بکواس ہے؟" لڑکی جھلا کر چیخی۔

"اللہ قسم ٹھیک کہہ رہا ہوں۔"

فریدی مسکرایا تھا اور قاسم کی طرف دیکھ کر سر کو جنبش دی تھی۔

"یقین کیجیے محترمہ۔" قاسم کھس سے ہنس کر بولا۔ "میرے والد صاحب بھی ان سے ڈرتے ہیں۔"

"تم کیا بکے جا رہے ہو؟"

"ٹھیک بک رہا ہوں۔ خود اتنے بڑے ہو گئے یقین آج تک لونڈیوں کے چکر میں نہیں پڑے... اللہ قسم۔"

"لڑکی اب تم مجھ سے بات کرو۔ تمہارا باپ کہاں ہے۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں نہیں جانتی۔"

"ہیلی کاپٹر کون لے گیا۔"

"یہ ان لوگوں سے پوچھو۔" اس نے غیر ملکیوں کی طرف اشارہ کیا۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے... ٹھینگے پر ہے سب کچھ ان کے باپ ہی تو کھانا پکایا کرتے تھے، اب قیا ہوگا...!" قاسم برا سا منہ بنا کر بولا۔

"تم بکواس بند نہیں کرو گے۔"

"نہیں... مجھے بھوکا تھوڑی مرنا ہے، واہ بھئی... اب وہ غائب ہو گئے تو ناشتا بھی گائب... نہیں قرتا ایسی نوکری دو کری۔"

"سوال تو یہ ہے کہ تمہیں نوکری کی ضرورت کیوں پیش آئی۔"

"سنک جاتا ہوں کبھی کبھی۔"

"قاسم اپنی زبان بند رکھو، میں تمہیں پکا کر کھلاؤں گی۔"

"جندہ باد!" قاسم خوش ہو کر بولا پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے خاکسارانہ انداز میں کہنے لگا۔ "میں تو آپ کا خادم ہوں، غلام ہوں۔"

"کیا مجھے کچن جانے کی اجازت ہے؟" لڑکی نے فریدی سے پوچھا۔

"ہے ہے!... بلقل ہے۔" قاسم بول پڑا۔

"لیکن یاد رہے۔" فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔

"یاد رہے غا۔" قاسم نے برا سا منہ بنا کر جلے بھنے لہجے میں کہا۔

وہ دونوں وہاں سے چلے گئے اور اب فریدی ان چاروں کی طرف متوجہ ہوا۔

ایک کو مخاطب کر کے بولا۔ "کرنل فریدی کے ساتھیوں میں سے جو بے ہوش آدمی موٹیل سے اٹھوایا گیا تھا اب کہاں ہے؟ ہم میں سے کوئی بھی اس قسم کے معاملات کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہم تو صرف جیالوجیکل سروے کر رہے ہیں۔ ہمارے کاغذات ہمارے پاس موجود ہیں۔"

"وہ ہیلی کاپٹر یہاں کس طرح لایا گیا؟"

"کون سا ہیلی کاپٹر؟" سوال کرنے کے انداز میں بڑی معصومیت پائی جاتی تھی۔

"اوہ... اچھا۔" فریدی مسکرایا۔

"ہمیں آخر یہاں اس طرح کیوں روکا گیا ہے؟"

"تمہاری دانست میں کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"ہم کیا جانیں۔"

"بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔" فریدی نے کہا اور انہیں وہیں چھوڑ کر کچن کی طرف چل پڑا۔ پچھلی رات ہی کو اس نے بلیک فورس کے اس ممبر سے رابطہ قائم کر لیا تھا، جو اس کی ہدایت کے مطابق سمن آباد میں اس کے احکامات کا منتظر تھا اور اب اس وقت وہ مطمئن تھا کہ ان چاروں قیدیوں کی نگرانی اس کی عدم موجودگی میں بھی ہو سکے گی۔ بلیک فورس کے کئی ممبر باہر عمارت کے آس پاس ہی موجود تھے۔

وہ کچن کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اندر سے ان دونوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

قاسم کہہ رہا تھا۔ "یقین کیجیے محترمہ! میں نہیں جانتا وہ کون ہے مجھ کو تو بس ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے میرا باپ بول رہا ہو... اور مجھے شکل بھی اپنے باپ ہی کی دکھائی دی تھی، ورنہ میں اتنا پاگل نہیں تھا کہ ان بیچاروں کو باندھ دیتا۔"

"بکواس کر رہے ہو تم۔"

"ہوتے ہیں... پہنچے ہوئے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ میرے پڑوس میں ایک مولبی صاحب رہتے تھے، دن بھر اپنے گھر کی عورتوں کو ڈانٹتے رہتے تھے کہ سر پر دوپٹہ ڈالو، نہیں سنتی تھیں آخر ایک دن جلال میں آ کر قہر دیا جہنم میں جاؤ۔ ارے اتنا کہنا تھا کہ کھٹاک کھٹاک سب کی قیصوں کی آستینیں گائب ہو گئیں اور غرارے پل بائم بن گئے۔ مولبی صاحب انہیں جہنم میں جھونک کر مسجد میں جا بیٹھے اور سال بھر سے وہیں بیٹھے ہوئے ہیں اور ادھر گھر کی عورتوں پر وہ عذاب، وہ عذاب کہ خدا کی پناہ... اب تو پل بائم بھی نہیں رہے... منی اسکرٹ چل رہے ہیں... آپ خود سوچیے سردیوں میں قیسی سرسراتی رہتی ہوں گی۔ توبہ توبہ... ہائے ہائے...!"

"بکو مت... وہ مکھن کا ڈبا اٹھاؤ۔"

"یہ لیجیے مکھن قا ڈبا! آپ کی سمجھ میں یہ بات قیوں نہیں آتی۔

قیا یہ کرامت نہیں ہے کہ کل تک مرگیاں بیچتا پھرتا تھا اور آج تھانیدار بنا بیٹھا ہے۔"

"میں کہتی ہوں بکواس بند کرو۔ تم نے محض مرغیوں کے لالچ میں یہ حرکت کی ہے۔"

"لیجیے جب آپ بھی یہی قہیں غی تو محلے والے کب چھوڑیں گے۔ اپنے سیکریٹری کی یہ درگت... اللہ!"

"تم بالکل ناکارہ آدمی ہو، خواہ مخواہ اپنی طاقت اور دلیری کا رعب ڈالنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ اس آدمی کی ذرا سی گھرکی نے تمہیں حواس باختہ کر دیا۔ ڈوب مرو چلو بھر پانی میں۔"

ٹھیک اسی وقت فریدی کچن میں داخل ہو کر بولا۔ "ان چاروں کا بھی خیال رکھنا میں نہیں چاہتا کہ وہ بھوکے مر جائیں۔"

"ہمارے پاس اتنا راشن نہیں ہے۔" لڑکی جھنجلا کر بولی۔

"میں مرغیوں کا پورا کریٹ اس نیک کام کے لیے وقف کرتا ہوں۔"

"بابا جی مرغیوں کی تعداد دگنی کر دیجیے... روحانی جور لغا کر۔" قاسم آنکھ مار کر بولا۔

"پیٹ میں پہنچ کر دگنی ہو جائیں گی تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"وہ تو ہے ہی۔" دفعتاً ایک زوردار دھماکہ ہوا اور پوری عمارت زکر رہ گئی۔

فریدی اس کمرے کی طرف جھپٹا، جہاں ان چاروں کو چھوڑ آیا تھا۔ گہرے دھوئیں کا ایک بڑا سا مرغولہ اس کمرے کے دروازے سے نکل رہا تھا۔ وہ پھر کچن کی طرف پلٹا۔ دفعتاً اس نے قاسم کی "ارے ارے" سنی اور تیزی سے کچن میں داخل ہوا۔ یہاں قاسم تنہا نظر آیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور بولا۔ "کھڑکی سے باہر کود گئی، اب میں قیا قروں۔"

"میرے ساتھ آؤ۔" فریدی اس کا ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔ وہ کچن سے نکل آئے۔ کثیف دھوئیں کا بادل اب اس طرف بڑھ رہا تھا۔ کچن کی کھڑکی سے فریدی بھی باہر چھلانگ لگا سکتا لیکن قاسم کے لیے یہ ناممکن تھا۔ بہرحال فریدی کو ایک بغلی دروازہ توڑنا پڑا تھا۔ توڑنا یوں پڑا تھا کہ وہ مقفل تھا پھر اگر اس کے اپنے اوسان بجا نہ ہوتے تو وہ قاسم کو بھی لے ڈوبا ہوتا۔

اس دیوار کا اختتام ہی ایک گڑھے کے کنارے ہوا تھا۔ بدحواسی کے عالم میں اس دروازے سے گزرنے والا اپنے ہاتھ پیر توڑ سکتا تھا۔

فریدی محسوس کر رہا تھا کہ دھواں خطرناک ہے۔ گڑھے کی چوڑائی بھی اتنی تھی کہ چھلانگ لگا کر دوسری طرف پہنچنا محال تھا... پھر

سیاست

ایک مرتبہ سر سید گرلز کالج میں مینا بازار کا انعقاد ہوا۔ میری بڑی بہن نزہت شعبہ سیاسیات کی طالبہ تھیں۔ ان کے شعبہ نے مینا بازار میں دہی بڑے اور چاٹ کے اسٹال کا اہتمام کیا۔ اسٹال کے لیے پوسٹروں کی تیاری کا مرحلہ آیا تو باجی نے ابرار بھائی سے مدد لی۔ ابو نے ان میں ایک پوسٹر بہت پسند کیا جس میں ایک جوکر نما شخص چاٹ کی پلیٹ ہاتھ میں تھامے کچھ کہتے دکھایا گیا تھا۔ ابو نے فوراً اس پوسٹر کیلئے یہ شعر موزوں کر دیا۔

اس سمت آیئے یہ سیاست کی چاٹ ہے
چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

مرسلہ: احمد صفی

کیا کیا جائے؟

وہ اب بھی باورچی خانے والی کھڑکی سے چھلانگ لگا کر خود کو بچا سکتا تھا لیکن قاسم... وہ اس کھڑکی سے کسی طرح بھی نہ گزر سکتا۔

دفعتاً دھوئیں کا ریلا ان دونوں پر سے گزر کر کھلے ہوئے دروازے سے باہر نکل گیا۔ فریدی، قاسم کو پیچھے دھکیل لایا۔ اس نے اپنی سانس روک رکھی تھی پھر قاسم کو سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ وہ جھومتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اور اب قاسم کے لیے رکنا حماقت ہی تھی، لہٰذا وہ بدستور سانس روکے ہوئے کچن میں داخل ہوا اور اس کی کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا دی۔

اور یہاں باہر انہی چاروں میں سے دو آدمی ریوالور تانے کھڑے نظر آئے۔ لڑکی ان کے پیچھے کھڑی تھی۔

فریدی نے ان چاروں کو غیر مسلح کر دیا تھا اور عمارت کی تلاشی بھی لی تھی پھر ان کے پاس ریوالور کہاں سے آئے؟

اس نے خاموشی سے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے لیکن ٹھیک اسی وقت اس نے دونوں کو لڑکھڑاتے دیکھا۔ ان کے ہاتھوں سے ریوالور بھی گر گئے۔

فریدی بڑی تیزی سے ان کی طرف جھپٹا تھا اور ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی ریوالوروں کو قبضے میں لے لیا تھا۔

اب وہ دونوں سر تھامے لڑکھڑا رہے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے گرے اور بالکل بے حس و حرکت ہو گئے۔

فریدی نے لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مم... میں...!" وہ ہکلائی۔

"تم نے دیکھ لیا۔ یہ پتھر آسمان سے آئے تھے اور مجھے قطعاً فکر نہیں کہ یہ زندہ رہیں گے یا مر جائیں گے کیونکہ ان کے سر پھٹ گئے تھے۔"

"مم... میں کک... کچھ نہیں جانتی۔"

"میں نے تم سے کچھ پوچھا تو نہیں؟ ویسے اس دھوئیں کا زور کتنی دیر میں ختم ہو سکے گا؟"

"کک... کئی منٹ لگیں گے۔"

فریدی اُسے ڈھلان میں اُتارتا چلا گیا۔ وہ بے بسی سے اُس کے ساتھ دوڑی جا رہی تھی۔

ڈھلان کے اختتام سے پھر چڑھائی شروع ہو گئی تھی۔

"اب میں اس طرح نہیں دوڑ سکتی۔" لڑکی منمنائی۔

فریدی نے مڑ کر عمارت کی طرف دیکھا لیکن عمارت ابھی اس چٹان کی اوٹ میں تھی جس سے وہ اُتر کر نیچے آئے تھے۔

اُس نے اپنی رفتار کم کر دی۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں سے عمارت صاف نظر آ رہی تھی لیکن خود اُن کے دیکھ لیے جانے کا امکان نہیں۔ ہ تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

لڑکی بیٹھ کر ہانپنے لگی۔ سانسوں کے اعتدال پر آنے میں کچھ دیر لگی تھی۔

"عمارت میں ہمارے علاوہ اور کون تھا؟" فریدی نے اُس سے پوچھا۔

"کک... کوئی بھی نہیں۔"

"پھر دھماکا کس طرح ہوا تھا؟"

"میں کیا جانوں۔ میں بھی وہیں تھی جہاں تم تھے۔"

"آخر وہ دونوں آزاد کیونکر ہوئے ہوں گے؟"

"میں کچھ بھی تو نہیں جانتی۔"

"اُن لوگوں سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"وہ میرے ڈیڈی کے جاننے والوں میں سے ہیں۔"

"تمہارا اُس ٹیم سے کیا تعلق ہے؟"

"وہ لوگ سرکاری طور پر جیالوجیکل سروے کرتے ہیں اور میں اپنے شوق کی بنا پر پروسپکٹنگ کرتی ہوں۔"

"تمہیں ان اطراف میں ابھی تک کچھ ملا بھی یا نہیں؟"

"ایک جگہ زمرد ملنے کا امکان ہے۔"

"لیکن یہ شخص قاسم تمہارے ہاتھ کیسے لگا؟"

"تمہیں اس سے کیا سروکار؟"

"بس یونہی۔"

"جب تک کہ مجھے اس پوچھ گچھ کا مقصد نہ معلوم ہو جائے اس کے متعلق کسی بھی قسم کی گفتگو نہیں کروں گی۔"

"تمہیں شاید علم نہیں ہے کہ تم کن خطرات میں گھری ہوئی ہو۔"

"میں سب کچھ جانتی ہوں۔ ڈیڈی کے ان دوستوں کو ایک آدمی کی تلاش ہے، جو حقیقتاً ایک غیر ملکی ایجنٹ ہے اور ان کے کاموں میں خلل انداز ہونا چاہتا ہے۔"

"خوب! یہ بڑے کام کی اطلاع ہے۔"

"ہمارا فرض ہے کہ انہیں اس کی تلاش میں مدد دیں۔ وہ لوگ یہاں ہمارے ملک کے مفاد میں کام کر رہے ہیں۔"

"لیکن وہ آدمی کون ہے؟"

"بظاہر ایک سرکاری افسر لیکن حقیقت میں مخالف کیمپ کا ایک ایجنٹ!"

"تو تمہارا خیال ہے کہ وہ نامعقول آدمی میں ہی ہوں۔"

"یقیناً ہو۔ کیونکہ تم ہیلی کاپٹر میں چوروں کی طرح چھپ گئے تھے۔"

"کیا یہ لوگ اس ہیلی کاپٹر کو اعلانیہ استعمال کرتے ہیں۔"

"مجھے تفصیلات کا علم نہیں۔"

فریدی کی آنکھیں اس عمارت کی جانب بھی نگراں رہی تھیں۔ یہاں سے وہ دونوں بے ہوش آدمی بھی صاف نظر آ رہے تھے جن کے سروں پر کچھ دیر پہلے بلیک فورس کے ممبروں کے پھینکے ہوئے پتھر لگے تھے۔

فریدی انہیں پہلے ہی آگاہ کر چکا تھا کہ وہ انہیں اس عمارت میں کس حلیے میں ملے گا۔ وہ بقیہ دو آدمیوں کے بارے میں سوچنے لگا۔ اُن کا کہیں پتا نہ تھا۔ پھر اُسے قاسم کا خیال آیا اور ٹھیک اُسی وقت قاسم دکھائی دیا۔ وہ اُن دونوں بے ہوش آدمیوں کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔ اُس کے عقب میں ایک آدمی اور بھی آتا دکھائی دیا۔

لڑکی ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں تھی، اس لیے عمارت یا اُس کے اطراف پر اُس کی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔ فریدی نے اُس آدمی کو پہچان لیا تھا، جو قاسم کے پیچھے آتا دکھائی دیا تھا۔

وہ تو اس لڑکی کا باپ تھا لیکن اب تک وہ کہاں رہا تھا؟

فریدی کا خیال تھا کہ پچھلی رات وہی اس ہیلی کاپٹر کو وہاں سے

ہٹا لے گیا ہوگا کیونکہ عمارت میں وہ نہیں ملا تھا۔

دفعتاً فریدی نے مڑ کر لڑکی سے پوچھا۔ "کیا اس عمارت میں کوئی تہ خانہ بھی ہے؟"

"پتا نہیں۔ میں کچھ نہیں جانتی۔"

فریدی پھر عمارت کی طرف متوجہ ہو گیا۔ قاسم جھک کر بے ہوش آدمی کو اُٹھا رہا تھا۔ اُسے اُٹھا کر وہ عمارت کے اندر لے گیا۔ بوڑھا وہیں کھڑا رہا۔ قاسم پھر واپس آیا اور دوسرے کو بھی اُٹھانے لگا۔ دوسری بار بوڑھا بھی اُس کے پیچھے پیچھے عمارت میں داخل ہو گیا تھا۔

فریدی لڑکی کی طرف مڑا۔ وہ اُسے بغور دیکھے جا رہی تھی لیکن اس سے نظر ملتے ہی آنکھیں چرانے لگی۔

"میں کئی کئی دن بھوکا رہ سکتا ہوں۔" فریدی بولا۔ "لیکن پتا نہیں تم میرا ساتھ دے سکو یا نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"میں تمہیں ایک ایسی جگہ لے جانا چاہتا ہوں، جہاں ہیرے ملتے ہیں۔"

"نہیں یہ ناممکن ہے، میں یہاں سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھاؤں گی۔ تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔"

فریدی کسی ہنسوڑ آدمی کی طرح ہنسنے لگا تھا۔

"تم مجھے بے بس نہ سمجھنا۔"

"خوف نہ کھاؤ، میں اسی آدمی کا اسسٹنٹ ہوں جسے تم لوگ پکڑنا چاہتے ہو۔"

"یعنی... یعنی کہ کیپٹن حمید۔" وہ چونک کر بولی۔

فریدی خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔

"لیکن تمہاری شکل کیپٹن حمید سے نہیں ملتی۔"

"میں میک اپ میں ہوں۔"

"اوہ... تو اب میں سمجھی... اس لیے اس موٹے نے تمہارا کہنا مان لیا تھا!"

"ہاں، اس نے میری آواز پہچانی اور وہی کرتا رہا، جو میں نے کہا۔"

"اُسے خدشہ تھا کہ تم کہیں نہ کہیں ضرور ٹپک پڑو گے۔" لڑکی بولی۔ اب اُس کے چہرے پر بڑی طمانیت نظر آ رہی تھی۔

"لیکن اس بار اس ایکٹیویٹی کی نوعیت وہ نہیں ہے، جو عموماً ہوا کرتی ہے۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

"میں صرف اُسے چھیڑنے کے لیے اس کے پیچھے نہیں لگا۔"

لڑکی کچھ نہ بولی۔ تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر اُس نے

خاوند کلب میں رات کا خاصا حصہ گزارنے کے بعد گھر واپس آیا تو بیوی نے دیکھا کہ اُس کے کوٹ پر لپ اسٹک کے سُرخ دھبے ہیں۔ بیوی نے پوچھا تو شوہر نے کہا: "نہیں یہ تو ٹماٹر کے داغ ہیں۔" اگلے دن بیوی نے یہ واقعہ سہیلیوں کو سُنایا تو ایک سہیلی بولی: "تم نے شوہر سے اُس ٹماٹر کا نام نہیں پوچھا۔"

کہا۔ "کیپٹن حمید! کیا یہ سچ ہے کہ تم لوگ مخالف کیمپ کے ایجنٹ بن گئے ہو لہٰذا نہیں چاہتے کہ یہ غیر ملکی یہاں تیل کی تلاش جاری رکھ سکیں۔"

"اچھی لڑکی تمہیں کسی نے بہکایا ہے۔"

"مجھے یہ بات ڈیڈی نے بتائی ہے اور میں انہیں ایک محبِ وطن شہری سمجھتی ہوں۔"

"تو پھر تمہارے ڈیڈی کو بھی کسی نے بہکایا ہوگا۔"

"میرے ڈیڈی کو ملک کی ترقی سے بڑی دلچسپی ہے۔"

"بہت اچھی بات ہے لیکن ہمارے متعلق ان کی معلومات درست نہیں۔"

"تم مجھے اُلجھن میں ڈال رہے ہو کیپٹن۔"

"میں اور میرا چیف غیر معروف نہیں۔ ہم نے سینکڑوں بار ملک و قوم کے لیے جان کی بازی لگائی ہے۔"

"اچھے اچھے بک رہے ہیں اس دور میں۔"

"لیکن ہمیں ابھی تک کوئی نہیں خرید سکا اچھی لڑکی۔"

"کیسے یقین کر لیا جائے؟"

"وقت ہی بتائے گا۔" فریدی نے کہا اور چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ "قاسم کیسے ہاتھ آیا تھا؟"

"ہمیں اس کے لیے بڑی محنت کرنی پڑی تھی۔" لڑکی مسکرا کر بولی۔

"میں سُننا چاہتا ہوں۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

"میں تمہارے لیے کچھ مہیا کروں گا۔"

"کہاں سے کرو گے؟"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر عمارت کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ لیکن وہاں کوئی خاص بات نظر نہ آئی۔

فریدی نے ٹرانسمیٹر نکالا اور اس کا سوئچ آن کر کے آہستہ آہستہ بولا "ہیلو بلیک... ہیلو بلیک... اٹ از ہارڈ اسٹون، کافی اینڈ سینڈوچز فار ٹو... جسٹ اپورٹ آف دی اسپاٹ...!"

ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کر کے اُسے جیب میں ڈالتا ہوا لڑکی کی طرف مُڑا۔ وہ اُسے بغور دیکھ رہی تھی۔

"تم کس سے باتیں کر رہے تھے؟" اس نے پوچھا۔

"میں تنہا تو نہیں ہوں۔"

"میں نے کہا تھا کہ اب مجھ سے بھوک کی سہار نہیں ہو رہی۔"

"زیادہ دیر نہیں لگے گی، فکر نہ کرو لیکن میں تمہاری غلط فہمی بھی دُور کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیسی غلط فہمی؟"

"یہی کہ ہم لوگ کسی غیر ملکی طاقت کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"کس طرح دُور کرو گے؟"

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں اب وہ لوگ تمہارے باپ کو بے مصرف سمجھ کر مار نہ ڈالیں۔ تم ان لوگوں کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتیں۔"

"نہیں۔" لڑکی بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"یقین کرو اچھی لڑکی... بے مصرف لوگوں کو وہ زندہ نہیں چھوڑتے۔ میں تمہیں اور بھی بہت کچھ بتا سکتا ہوں لیکن پہلے مجھے ان تعلقات کی نوعیت کا علم ہونا چاہیے، جو تمہارے درمیان ہیں۔"

لڑکی خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا "میری معلومات کا واحد ذریعہ میرے ڈیڈی ہیں۔ انھوں نے مجھے بتایا تھا کہ غیر ملکی بعض معدنیات کی تلاش میں ہماری مدد کرنے کے لیے آئے تھے لیکن کچھ سرکاری افسر جو دراصل دوسرے کیمپ کے ایجنٹ ہیں، اُن کے کاموں میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں لہٰذا ان افسروں کو کچھ دنوں کے لیے راستے سے ہٹا دیا جائے تو کامیابی جلد ہو گی۔ انھوں نے اس سلسلے میں تم دونوں کے نام لیے تھے۔"

"کہتی رہو۔" فریدی بولا "میں پوری طرح متوجہ ہوں۔"

"انھوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ دارالحکومت ہی میں رہ کر تم دونوں پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا۔ لہٰذا تمھیں ان اطراف میں آنے پر مجبور کیا جائے۔ قاسم اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے... میرے ڈیڈی کا خیال تھا کہ اگر کسی طرح قاسم کو اُلجھا کر اِدھر لایا جائے تو تم ضرور اس کا تعاقب کرو گے کیونکہ تم اسے کسی لڑکی کے ساتھ دیکھ کر نچلے نہیں بیٹھ سکتے۔"

"ہوں... اکثر ایسا ہوا ہے... تفریحاً۔"

"اس نے مجھے تمہاری بہتیری کہانیاں سنائی ہیں۔" لڑکی مُسکرا کر بولی "بہر حال ہم اسی فکر میں تھے کہ اسے کسی طرح اُلجھایا جائے کہ ایک دن آرکیٹیکچر میں اس کی گفتگو سننے کا اتفاق ہوا۔ وہ اپنے ایک ملنے والے سے اپنے باپ کا دُکھڑا رو رہا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا کہ اب وہ خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ اسے کہیں کوئی ملازمت مل جاتی تو وہ روز روز کے جھگڑوں سے بچ جاتا۔ میں نے اور ڈیڈی نے فوری طور پر فیصلہ کیا کہ اُسے اسی بہلانے سے اُلجھایا جائے لہٰذا جب وہ کھانا ختم کر کے اُٹھا تو ہم اس کے پیچھے لگ گئے۔ ڈیڈی نے اس سے پوچھا تھا کیا وہ اتنا ہی طاقتور ہے جتنا لمبا چوڑا نظر آتا ہے۔ اس پر اس نے اپنے بہت سے کارنامے بیان کیے تھے۔ میں بھی ڈیڈی کے ساتھ ہی تھی لہٰذا وہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ آخر ڈیڈی نے اس سے کہا تھا کہ ہمیں ایک ایسے ہی طاقت ور آدمی کی ضرورت ہے جو بڑے بڑے پتھروں کو اُن کی جگہ سے ہٹا سکے۔ ہم نے اُسے اپنے پیشے سے آگاہ کرتے ہوئے معقول رقم کی آفر دی تھی۔"

دفعتاً فریدی نے اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور مُڑ کر اُوپر دیکھنے لگا۔ اس نے کسی قسم کی آہٹ سُنی تھی۔

چٹان کے اُوپر سے ایک باسکٹ سرکتی نیچے چلی آ رہی تھی اور یہ باسکٹ پتلی سی ڈور سے بندھی ہوئی تھی۔

فریدی نے پیچھے ہٹ کر اُسے ہاتھوں پر روکا اور اُسے ڈور سے الگ کر کے ایک طرف رکھتے ہوئے لڑکی سے کہا۔

"لو ناشتا آ گیا۔"

ڈور پھر اُوپر کھینچ لی گئی۔

باسکٹ میں سینڈوچز تھے اور کافی کا تھرماس... لڑکی متحیرانہ انداز میں اُسے گھورتی رہی۔

"چلو کھاؤ۔" فریدی باسکٹ اُس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟"

"کھاؤ بھئی اور کیا کرو گی۔"

خود اس نے بھی ایک سینڈوچ اُٹھا لیا تھا اور کھانے لگا تھا۔ لڑکی بھی کھا رہی تھی لیکن اس کے چہرے پر اُلجھن کے آثار پہلے سے بھی زیادہ واضح نظر آنے لگے تھے۔

فریدی اب بھی عمارت کی طرف نگراں تھا۔

"تم بھی کافی پیو۔" اس نے کچھ دیر بعد لڑکی کو کہتے سنا۔

"ہاں، پی لوں گا، کیا تم پی چکیں۔"

"میں پی چکی، بہت بہت شکریہ۔"

"اب تم جا سکتی ہو۔"

"کیا مطلب؟" لڑکی بے ساختہ چونک کر اُسے گھورنے لگی۔

"بس میں اتنا ہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم لوگوں کی کیا پوزیشن ہے۔"

"یعنی کہ بالکل... مطلب یہ کہ چلی ہی جاؤں۔"

"ہاں، خدشہ ہے کہ کہیں وہ تمہارے ڈیڈی کو سچ مچ ختم نہ کر دیں۔"

"نہیں... نہیں۔"

"لیکن ایک بات یاد رکھو اگر قاسم کو گزند پہنچا تو میں بہت بھیانک ہو جاؤں گا اور ان غیر ملکیوں سے کہہ دینا کہ میں تنہا نہیں ہوں، ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ خاموشی سے اُسے دیکھتی رہی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔" لڑکی تھوڑی دیر بعد بولی۔

"کیا سمجھ میں نہیں آتا؟"

"یہی کہ اگر اب میں اس طرح چلی جاؤں تو یقیناً وہ ہمارے خلاف شبہات میں مبتلا ہو جائیں گے۔"

"ذہین بھی ہو۔" فریدی مُسکرایا۔

"لیکن یقین کرو کہ ہم نے یہ سب کچھ حُب الوطنی ہی کے تحت کیا ہے۔"

"مجھے یقین ہے۔ ممکن ہے تمھیں غلط فہمی ہوئی ہو۔"

"اب میں سوچتی ہوں کہ یقیناً وہ غلط فہمی ہی ہو سکتی ہے اگر تم نے ملک سے غداری کی ہوتی تو تنہا ہوتے۔ اپنے ساتھ کچھ اور ماتحتوں کو بھی رکھنے کی جرأت نہ کر سکتے۔"

"خیر شکر ہے، تم خود دلیل بھی لے آئیں۔ میں کسی طرح بھی تمہاری یہ غلط فہمی دُور نہ کر سکتا۔ خیر اب یہ بتاؤ کبھی یہ ہیلی کاپٹر دن میں بھی اس طرف آیا ہے؟"

"کبھی نہیں، ہمیشہ رات میں آتا ہے اور ہم ہر رات ایک مخصوص وقت پر عمارت کی کھڑکیاں روشن رکھتے ہیں۔ اُسے آنا ہو یا نہ آنا ہو۔"

"یہ ہیلی کاپٹر چوری سے ملک میں لایا گیا ہے۔ اس قسم کے ہیلی کاپٹر کا وجود کاغذات پر نہیں ہے۔"

"میں تو یہی جانتی ہوں کہ وہ اپنی ٹیکنیکل ضروریات کا سارا سامان ساتھ لائے ہیں اور وہ سامان جدید ترین ہے۔"

ذہانت

"واہ دیکھا بیگم! میری ذہانت اس میں منتقل ہو گئی ہے۔"

"ہاں۔ کیوں نہیں۔ تم ذہانت منتقل کر کے احمق ہو گئے۔ اور میں نے اپنی ذہانت بچا کر رکھی ہوئی ہے۔" بیگم نے جواب دیا

"خیر ختم کرو، مجھے تمہارے ڈیڈی سے متعلق تشویش پیدا ہو گئی ہے۔"

لڑکی تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی "تم نے مجھ سے عمارت میں تہ خانے سے متعلق سوال کیا تھا۔"

فریدی نے سر کو اثباتی جنبش دی اور بغور اُسے دیکھتا رہا۔

"عمارت میں تہ خانہ موجود ہے اور مجھے اس کا علم پرسوں رات کو ہوا۔ وہ اپنے کسی بے ہوش ساتھی کو لائے تھے جسے کچھ دیر تہ خانے میں رکھا گیا تھا۔"

"بے ہوش ساتھی! کیا وہ کوئی غیر ملکی تھا؟"

"نہیں، وہ مقامی ہی تھا۔" لڑکی نے کہا اور پھر فریدی کے استفسار پر اس نے اس کا جو حلیہ بتایا وہ واجد ہی کا ہو سکتا تھا۔

"وہ بے ہوش آدمی اب کہاں ہے؟"

"رات گئے ہیلی کاپٹر آیا تھا اور وہ اُسے وہاں سے لے گئے تھے۔"

"کہاں لے گئے تھے؟"

"مجھے اس کا علم نہیں۔ پوری پوری ایمانداری سے کہہ رہی ہوں۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔

"تمھیں اس عمارت میں واپس جانا ہی چاہیے لیکن اس طرح جاؤ گی جیسے مجھے دھوکا دے کر نکل بھاگی ہو۔ تمہارے عقب میں فائر بھی کروں گا لیکن تم خائف نہ ہونا۔"

"نہیں۔"

"تمہارے ڈیڈی کی بھلائی اسی میں ہے لیکن تم نے ابھی تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

"رافعہ ابدالی۔ میرے ڈیڈی کا نام شاید تم نے سُنا ہو۔ وہ ایسے غیر معروف آدمی تو نہیں... پروفیسر ابدالی... حارث ابدالی۔"

"اوہو، سابق صدر شعبۂ اراضیات۔"

"ہاں وہی۔"

"وہ تو بہت اچھے آدمی ہیں۔ یونیورسٹی کی بڑی ہستیوں میں اُن کا شمار ہوتا ہے۔ شعبۂ اراضیات کی طرف سے ہر سال جو

سیمینار ہوتا ہے، وہ انھی کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔"

"تم تو پوری واقفیت رکھتے ہو۔"

"اور اب میں واقعی متحیر ہوں کہ اس پلاٹے کا آدمی اُن کے دام میں کس طرح آگیا۔"

"تم نے مجھے اُلجھن میں ڈال دیا ہے۔"

"اگر تم چاہتی ہو کہ حالات بدتر نہ ہوں تو میرے مشورے پر عمل کرو اور ہاں دیکھو۔ قاسم کو یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ میں نے اپنے متعلق تم سے کسی قسم کی گفتگو کی ہے۔"

"بہت اچھا... مگر مجھے اس پر رحم آتا ہے۔"

فریدی نے پھر عمارت کی طرف دیکھا، وہاں پہلے ہی کی سی ویرانی نظر آئی لڑکی اُس کے مشورے پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوگئی تھی۔

جب وہ ڈھلان سے اُتر کر عمارت والی چٹان پر چڑھ رہی تھی۔ فریدی نے اپنے ساتھیوں کو ٹرانسمیٹر کے ذریعے مطلع کیا کہ وہ فائروں کی آواز سُن کر اپنی کمین گاہوں سے نہ نکلیں... اور پھر جب وہ اوپر پہنچ کر عمارت کی طرف دوڑنے لگی تو فریدی نے پے در پے کئی فائر کیے۔ ایک بار تو اُس نے لڑکی کو گرتے بھی دیکھا، وہ دوبارہ اُٹھی اور دوڑتی ہوئی عمارت کے اگلے حصّے کی طرف چلی گئی۔

▼ ▼

حمید زیادہ دیر تک نہیں سو سکا تھا۔ ریما نے اُسے جھنجوڑ جھنجوڑ کر جگا دیا۔

"کیا مصیبت ہے۔" وہ بھنّا کر اُٹھ بیٹھا۔

"تمھاری ناک سیدھی ہوگئی ہے۔ اُسے فوراً ٹیڑھی کر لو۔ ابھی میں نے محسوس کیا تھا جیسے کوئی قفل کے سوراخ سے جھانک رہا ہو۔"

حمید نے تکیے کے نیچے سے اسپرنگ نکال کر نتھنوں میں فِٹ کر لیے۔

"مجھے نہیں یاد پڑتا کہ اس صورت میں تم کس دیوتا سے مشابہ نظر آتے ہو۔" وہ شرارت آمیز مُسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"یم دوت نظر آتا ہوں گا، دیوتا نہیں... اب مجھے سونے دو، ورنہ رُوح قبض کر لوں گا۔"

"میں نے سُنا تھا کہ تم بہت زندہ دل آدمی ہو۔"

"نیند پوری کر لینے کے بعد۔"

"میں تو اب نہیں سونے دوں گی۔ ذرا سنجیدگی اختیار کرو بہت سی باتیں کرنی ہیں۔"

"اچھا میں سنجیدہ ہوں۔ کرو باتیں۔"

"میں خود ہی ڈپارٹمنٹل اسٹور سے سامان خرید لائی ہوں۔"

"تمھارے پاس پیسے کہاں سے آئے۔"

"تمھاری جیب سے پرس نکال لیا تھا۔"

"خوب۔" حمید اُسے تیکھی نظروں سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "تم نے مجھ سے سنجیدہ ہو جانے کو کہا تھا۔"

"ہاں... آں... میں ایک دُشواری میں پڑ گئی ہوں۔"

"کہو جلدی سے، میں ابھی اور سونا چاہتا ہوں۔"

"ہم نے رینجرز سے بچنے کے لیے میک اپ کیا تھا لیکن اب میں سوچتی ہوں کہیں میرے ہی آدمی مجھ سے بدگمان نہ ہو جائیں۔"

"یہاں کون ہے تمھارا آدمی؟"

"وہی لوگ جنھیں تم نے شبہے کی نظر سے دیکھا تھا۔"

"وہ لحیم شحیم عورت۔"

"کئی لوگ ہیں۔"

"میں صرف اُس عورت کے متعلق جاننا چاہتا ہوں۔ وہ پارٹی کی لیڈر معلوم ہوتی تھی۔ کاؤنٹر کلرک سے اُسی نے گفتگو کی تھی۔"

"بس وہ ایک عورت ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو۔"

"اُن کی نظر بچا کر ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ میں نہیں چاہتی کہ اس میک اپ میں پہچانی جاؤں۔"

"کیا فرق پڑے گا اس سے۔ بعض اوقات تمھاری باتیں بالکل سمجھ میں نہیں آتیں۔ ظاہر ہے کہ تم مجھے اپنے طور پر گھیر رہی ہو لہٰذا اُس کے لیے کوئی طریقہ اختیار کر سکتی ہو۔"

"یہ تو ٹھیک ہے مگر۔"

"ریما پلیز، جو کچھ کہنا چاہتی ہو جلدی سے کہہ ڈالو۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ میں خود ہی تمھارے دام میں آگئی ہوں وہ لوگ یہ بھی تو سوچ سکتے ہیں۔"

"چلو سوچا اُنھوں نے... تو پھر!"

"وہ خود مجھ پر کڑی نظر رکھیں گے اور میں کچھ نہ کر سکوں گی۔ میرے سینے میں اُن کے خلاف نفرت کا لاوا اُبل رہا ہے۔ اُنھوں نے میرے اپاہج باپ کو بڑی بے دردی سے مارا تھا۔"

"اپاہج باپ کو۔"

"یقین کرو۔ وہ پیروں سے معذور تھا۔ جان بچانے کے لیے بھاگ بھی نہیں سکتا تھا۔"

"آخر اُس سے قصور کیا ہوا تھا؟"

"وہ جوانی میں اس تنظیم کا سرگرم رُکن تھا۔ ایک حادثے میں اُس کی ریڑھ کی ہڈی متاثر ہوئی تھی، جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ دونوں ٹانگیں مفلوج ہو کر رہ گئیں۔ اُنھوں نے سوچا کہ کہیں وہ کسی مرحلے پر ان کا راز ظاہر نہ کر دے۔ ویسے بھی وہ ان کے لیے بیکار ہو چکا تھا لہٰذا اُنھوں نے اُسے مار ڈالا۔ بالکل اُسی طرح جیسے ریس کے وہ گھوڑے ہلاک کر دیے جاتے ہیں، جن کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہو۔"

"افسوس ہُوا سُن کر۔" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"افسوس نہ کرو، بس اُٹھ چلو۔ میں نہیں چاہتی کہ کرنل فریدی کی گرفتاری کا ذریعہ تم بنو۔"

حمید نے اُس کے مشورے پر عمل کرنے ہی میں وقتی مصلحت دیکھی اور سفر جاری رکھنے پر تیار ہو گیا۔

ریما غسل خانے میں لباس تبدیل کرنے چلی گئی۔

کاؤنٹر پر اُنھوں نے موٹیل کے واجبات ادا کیے۔ باہر نکل کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ حمید کے پیروں کے قریب کسی چھوٹی سی وزنی چیز نے گر کر آواز پیدا کی۔ وہ چلتے چلتے رُک گیا لیکن ریما نے اس سے پہلے ہی جُھک کر اُسے اُٹھا لیا۔ یہ پیتل کا ایک چھوٹا سا مستطیل ٹکڑا تھا۔

وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔ "پھر پلٹ چلو موٹیل کی طرف۔ ہم کچھ دیر ڈائننگ ہال میں بیٹھ کر کافی پئیں گے۔" پھر اُونچی آواز میں بولی۔ "چلنے سے پہلے ہم ایک ایک کپ کافی کا کیوں نہ پی لیں؟"

"یہ کیا ہے؟" حمید نے بھی اُونچی آواز میں کہتے ہوئے پیتل کا ٹکڑا اُس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"پتا نہیں۔" ریما کے لہجے میں بے پروائی تھی۔

وہ پھر عمارت کی طرف مُڑ گئی۔ حمید سُوٹ کیس جھلاتا ہُوا اُس کے پیچھے چل رہا تھا۔

کاؤنٹر کلرک سے کافی کے لیے کہہ کر وہ ایک میز کے گرد جا بیٹھے۔ ریما آہستہ آہستہ کہہ رہی تھی۔ "وہی ہُوا جس کا خدشہ تھا۔ اُنھوں نے ہمیں پہچان لیا ہے۔ اس پیتل کے ٹکڑے کا مطلب ہے کہ میں کچھ دیر کے لیے سفر ملتوی کر دوں۔"

حمید نے قہقہہ لگایا۔ اس طرح ہنستا رہا جیسے ریما نے کوئی خوبصورت سا لطیفہ سُنایا ہو۔ ساتھ ہی ریما بھی ہنسنے لگی تھی، پھر اُس نے کہا تھا۔ "بلّا کے اداکار ہو۔"

"اسی کی روٹی کھاتا ہوں۔" حمید آہستہ سے بولا۔

اس پر ریما نے بھی اسی طرح قہقہہ لگایا تھا جیسے حمید نے کوئی بڑی دلچسپ بات کہی ہو۔

"تم اگر پچاس سال کے ہوتے تو میں تم سے شادی کی درخواست کرتی۔"

"میں ستر سال کے میک اپ پر بھی قادر ہوں۔"

"آخر تم نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟"

"اب سوچ رہا ہوں۔"

اتنے میں کافی آگئی لیکن اُن لوگوں میں سے کوئی بھی نہ دکھائی دیا جن پر اُسے ریما کے ساتھی ہونے کا شبہ ہُوا تھا۔

"آخر وہ تمھیں کیوں باز رکھنا چاہتے ہیں سفر سے؟" اُس نے آہستہ سے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی، مجھے تو ہر حال میں آدھے گھنٹے تک یہاں بیٹھنا ہے۔"

"بیٹھو۔" حمید نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا اور پیالیوں میں شکر ڈالنے لگا۔

★

فریدی نے پوزیشن بدل لی تھی اور اب دوسری جگہ سے عمارت کی نگرانی کر رہا تھا۔ دفعتاً اُس نے رافعہ کو دیکھا وہ بے تحاشا پھر اسی کی جانب دوڑی آ رہی تھی۔

فریدی جہاں تھا وہیں دبک گیا۔ وہ ڈھلان سے نیچے اُتر رہی تھی پھر اس چٹان پر چڑھنے لگی جس کے ایک حصّے میں فریدی تھا۔ وہ اُس جگہ پہنچ کر اُسے آوازیں دینے لگی جہاں کچھ دیر پہلے وہ اس کے ساتھ رہی تھی۔

فریدی نے محسوس کیا کہ وہ بہت زیادہ پریشان ہے۔ آواز میں رو دینے کی سی کیفیت تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اس تک جا پہنچا۔

"کیپٹن۔" وہ چیخ مار کر اُس کی طرف جھپٹی اور اس کے بازوؤں میں جھول گئی۔

بے ہوش ہو گئی تھی۔ فریدی نے بآہستگی اُسے ایک طرف لٹا دیا۔

دوبارہ ہوش آنے میں تین یا چار منٹ لگے تھے۔ ہوش آتے ہی اُس نے بلک بلک کر رونا شروع کر دیا۔ کسی ننھی سی بچی کی طرح روئے جا رہی تھی۔

"تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔ اُنھوں نے ڈیڈی کو مار ڈالا۔" وہ بدقت کہہ سکی۔

"کیسے؟ وہاں کون ہے؟"

"کوئی بھی نہیں، بس لاش۔"

"قاسم۔"

"وہ بھی نہیں ہے، کوئی بھی نہیں ہے۔"

"کیا انھیں علم ہے کہ تم تہ خانے کے راز سے واقف ہو؟"

"اس دن جو لوگ بے ہوش آدمی کو لائے تھے، میرے لیے بالکل اجنبی تھے اور وہ دیسی ہی تھے، ان میں سے کوئی بھی غیر ملکی نہیں تھا۔ وہ کیپٹن خدا کے لیے جلدی کرو ہو سکتا ہے، ڈیڈی زندہ ہوں، ان کی جان بچائی جا سکے۔"

"تم یہیں ٹھہرو، میں دیکھتا ہوں۔"

"میں تنہا نہیں رہ سکتی، مجھ پر رحم کرو... اگر انھوں نے ڈیڈی کو مار ڈالا ہے تو اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ ڈیڈی ان کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں تھے بلکہ وہ ان کے سیاہ کارناموں سے واقف ہونے کے باوجود بھی ان کے ممد و معاون رہے تھے۔"

"تم خاصی ذہین ہو۔" فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ "اچھی بات ہے میرے ساتھ چلو۔"

وہ اس چٹان سے اتر کر عمارت کی طرف بڑھنے لگے۔ اس سے پہلے فریدی نے ٹرانسمیٹر پر اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کر کے انھیں ہوشیار رہنے کی ہدایت کی تھی فریدی خود بھی بہت احتیاط سے چل رہا تھا۔ کسی اچانک حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے بالکل تیار۔

عمارت کے قریب پہنچ کر وہ رکا۔ رافعہ کا چہرہ ستا ہوا تھا اور آنکھیں اندرونی کرب ظاہر کر رہی تھیں۔

اس نے عمارت میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھنا چاہا لیکن فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ عمارت میں داخل ہونے سے پہلے وہ اطمینان کر لینا چاہتا تھا کہ رافعہ کا بیان غلط تو نہیں تھا۔

کھلے ہوئے دروازے سے بوڑھا پروفیسر ابدالی نظر آیا۔ وہ فرش پر چاروں خانے چت پڑا تھا۔

وہ دونوں کمرے میں داخل ہوئے۔ بوڑھا بے جان تھا۔ جسم پر کہیں بھی کوئی زخم نہ ملا۔ غالباً اسے گلا گھونٹ کر مارا گیا تھا۔ پوری عمارت سنسان پڑی تھی۔ لاش والے کمرے میں دھوئیں کے بم کے ٹکڑے بھی ملے تھے۔

"وہ تہ خانہ۔" فریدی نے آہستہ سے پوچھا۔

"اوہ! تو کیا یہ اسی طرح پڑے رہیں گے؟" رافعہ نے لاش کی طرف دیکھ کر کہا۔

"صبر سے کام لو، جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب مجھے قاسم کی فکر ہے کہ کہیں وہ اسے بھی نہ مار ڈالیں۔"

وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے شاید اپنی حالت پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

دفعتاً بائیں جانب مڑ کر وہ آتش دان کی طرف بڑھ گئی۔ یہ آتش دان دیوار ہی میں بنایا گیا تھا۔ فریدی نے اس کو آتش دان کے اندر چمنی میں ہاتھ ڈالتے دیکھا۔ کھڑاکے کی آواز آئی اور ایسا لگا، جیسے آتش دان مینٹل پیس سمیت دیوار کی سطح سے کسی قدر الگ ہو گیا ہو۔

رافعہ نے اسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور آہستہ سے بولی "اسے اس طرف سے ہٹانے کی کوشش کرو۔"

فریدی نے مینٹل پیس کا گوشہ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ وہ دیوار کی سطح سے الگ ہو جانے والا حصہ کسی دروازے ہی کی طرح کھلتا چلا گیا۔ سامنے زینے نظر آئے لیکن دو یا تین زینوں کے بعد گہرا اندھیرا تھا۔ "کیا میں پہلے اندر جاؤں؟" رافعہ بولی۔

"نہیں، ہم میں سے کوئی بھی فی الحال اندر نہیں جائے گا۔"

"تو پھر یہاں سے ہٹ چلو۔ میں زیادہ دیر تک اس کمرے میں نہیں ٹھہر سکتی۔"

"اوہ... اچھا۔"

لیکن جیسے ہی وہ پیچھے ہٹے، تہ خانے سے آواز آئی "یہاں کون ہے؟ کون بول رہا ہے؟ خدا کے لیے مجھے اس خول سے نکالو، ورنہ میرا دم گھٹ جائے گا۔"

فریدی چونک پڑا۔

"کک... کون ہے؟" رافعہ ہکلائی۔

"ٹھہرو، تم یہیں ٹھہرو۔" فریدی کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"نہیں... نہیں... کوئی نیا جال نہ بچھایا جا رہا ہو۔" رافعہ اس کی راہ میں حائل ہوتی ہوئی بولی۔

فریدی شاید خود بھی تذبذب میں پڑ گیا تھا۔ وہ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

آواز پھر آئی "ابھی کون بول رہا تھا۔ خدا کے لیے مجھے بچاؤ۔"

"کیا تمھیں یقین ہے کہ وہ لوگ اس شب اس بے ہوش آدمی کو یہاں سے لے گئے تھے؟" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"ڈیڈی نے مجھے یہی بتایا تھا۔"

"تم نے خود نہیں دیکھا تھا۔"

"نہیں، میں نے لے جاتے نہیں دیکھا۔"

"اچھا تو تم یہیں ٹھہرو۔" فریدی اسے ایک طرف ہٹاتا ہوا بولا۔ اس نے جیب سے ٹارچ نکال لی تھی اور تہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"میں بھی چلوں گی۔" وہ اس کے پیچھے جھپٹی۔

فریدی نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ پہلے زینے پر قدم رکھتے ہی اس نے ٹارچ روشن کی تھی۔ داہنے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ ٹارچ کی روشنی کا دائرہ تیزی سے اندھیرے میں چکرایا اور رافعہ کی چیخ نکل گئی۔

آخری زینے سے ذرا ہٹ کر کوئی آدمی سر تا پا سفید پٹیوں سے ڈھکا کھڑا تھا۔ چہرے پر بھی اس طرح بینڈیج کی گئی تھی کہ کوئی حصہ کھلا نہیں رہ گیا تھا۔

"کون ہے... کون ہے؟" اس آدمی نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔

ایک بار پھر روشنی کا دائرہ اس پر سے ہٹ کر تہ خانے کے دوسرے حصوں میں چکرایا۔

"بچاؤ... مجھے بچاؤ... میں اس خول سے کیسے نکلوں؟" اس آدمی کی آواز پھر سنائی دی۔

"تم کون ہو؟" فریدی نے گونجیلی آواز میں پوچھا۔

"یہ تو میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں... لیکن اس اندھیرے سے نکلنے کا حق رکھتا ہوں۔"

بالآخر وہ ایک ایک زینہ طے کرتے ہوئے تہ خانے کے فرش تک جا پہنچے۔ سامنے ہی قدیم مصری طرز کا ایک تابوت دکھائی دیا جس کا ڈھکنا ہٹا ہوا تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ آدمی ابھی ابھی اس تابوت ہی سے برآمد ہوا ہو۔

فریدی نے سب سے پہلے اس کے چہرے اور سر کی پٹیاں کھولیں۔

"اوہ، واجد۔" اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

واجد حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ لیکن ایسا لگتا تھا جیسے وہ اسے کسی دوسری دنیا کی مخلوق سمجھ رہا ہو۔

"کیا بات ہے... تم کیا دیکھ رہے ہو؟" فریدی نے اس سے پوچھا۔

وہ کچھ نہ بولا۔ ٹارچ اب رافعہ کے ہاتھ میں تھی۔ وہ آہستہ سے بولی "یہ تو وہی بے ہوش آدمی ہے۔"

"کیا پہلے بھی اسی طرح پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا؟"

"نہیں۔"

"اچھا تو اسے اب اوپر لے چلنا چاہیے۔" فریدی نے کہا۔

"یہ ہے کون؟"

فریدی کچھ نہ بولا۔

رافعہ واجد کو گھورے جا رہی تھی۔

فریدی نے واجد کا ہاتھ پکڑا اور اسے زینوں کی طرف لے جانے کے لیے مڑا۔ رافعہ روشنی دکھا رہی تھی۔ وہ اسے اوپر لائے فریدی اسے دوسرے کمرے میں لے جانا چاہتا تھا۔

"کیا میں تہ خانے کا راستہ بند کر دوں؟" رافعہ نے پوچھا اور فریدی کا جواب اثبات میں سن کر وہ تہ خانے کی طرف بڑھ گئی۔

دوسرے کمرے میں پہنچ کر فریدی نے واجد کو ایک آرام کرسی پر بٹھا دیا۔ وہ اب بھی اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے جا رہا تھا۔

☆

ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد حمید اور ریما موٹیل سے باہر نکلے تھے اور حمید کا دل چاہا تھا کہ اپنا سر پیٹ ڈالے کیونکہ وہ اسپورٹ کار غائب تھی جس پر وہ یہاں تک آئے تھے۔

حمید ریما پر چڑھ دوڑا۔ "بالکل آپے سے باہر ہو گیا۔"

"ہوش کی دوا کرو، اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"تم جانتی تھیں کہ وہ گاڑی لے بھاگیں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ گاڑی تمھاری عقل بھی لے گئی۔" وہ اٹھلا کر ہنس پڑی۔

"میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں، سمجھیں۔" حمید آنکھیں نکال کر بولا۔

"کیا یہاں جھگڑا کرو گے؟"

"جہنم میں جاؤ۔" حمید کہتا ہوا پھر موٹیل کی طرف جھپٹا۔

"ارے... ارے اب کیا کرنے جا رہے ہو؟"

لیکن اس نے مڑ کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی۔ سیدھا کاؤنٹر کی طرف آیا۔ یہاں وہ نیم شبنم غیر ملکی عورت بھی موجود تھی۔ حمید نے اس کی طرف توجہ دیے بغیر کاؤنٹر کلرک سے کہا کہ فی الحال انھوں نے سفر جاری رکھنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے لہٰذا انھیں وہ کمرا دوبارہ دے دیا جائے۔

"اب یہ ناممکن ہے جناب۔" کاؤنٹر کلرک نے جواب دیا "ہمارے پاس وہی ایک خالی کمرا تھا جسے یہ خاتون حاصل کر چکی ہیں۔"

"اتنی جلدی؟"

"جی ہاں، یہاں تو یہ ہوتا ہی رہتا ہے۔"

اتنے میں ریما بھی قریب آ پہنچی۔ حمید نے اسے بتایا کہ اب تو کوئی کمرا بھی نہیں مل سکتا۔ ریما نے کاؤنٹر کلرک کی طرف دیکھا اور وہ اسے بڑی تفصیل سے بتانے لگا کہ اس موٹیل کے کمرے

ایک گھنٹے کے لیے بھی خالی نہیں رہ پاتے۔

"لیکن اب ہم کیا کریں۔" حمید کراہا۔

"میں کیا عرض کر سکتا ہوں جناب۔"

آخر اس عورت کو اُن کی گفتگو میں دخل انداز ہونا پڑا۔ اُس نے کہا "اگر یہ واپس لینا چاہتے ہیں تو دے دو۔ ہم بدستور انھی کمروں میں رہ لیں گے، جو ہمیں پہلے مل چکے ہیں۔"

"میں آپ کا بے حد مشکور ہوں محترمہ۔" حمید بڑے ادب سے بولا۔

"کوئی بات نہیں، میرا مقولہ ہے زیادہ سے زیادہ دوست بناؤ خواہ سب کچھ گنوا دینا پڑے۔" لحیم شحیم عورت ہنس کر بولی۔

"میں ہمیشہ آپ کی دوستی پر فخر کروں گا۔" حمید نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ جسے بڑی گرم جوشی سے قبول کیا گیا۔

"میں لیری کراس ہوں۔" عورت ہنس کر بولی۔

"میں ڈاکٹر زیٹو۔" حمید نے بھی جواباً مزید دانت نکالے مزید یوں کہ اس میک اپ میں دانت تو دکھائی ہی دیتے تھے لیکن اُس نے واضح طور پر محسوس کیا کہ اس کی گرفت سخت تھی... اگر وہ عورت نہ ہوتی تو اس نے اس مصافحے کے بعد اپنا پنجہ ضرور سہلایا ہوتا۔

"اُمید ہے کہ ہم دوبارہ بھی ملیں گے۔" لیری کراس نے کہا اور رہائشی کمروں کی طرف چلی گئی۔

کاؤنٹر کلرک سے کمرے کی کنجی لے کر وہ بھی کاؤنٹر کے پاس سے ہٹ آئے۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" ریما نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"حرکت! ارے اُس سے مصافحہ کر لینے کے بعد حرکت کے قابل رہا ہوں میں۔"

"فضول باتیں نہ کرو تمھیں اُس سے گفتگو نہیں کرنی چاہیے تھی۔"

"لیری کراس اور لیکر اس میں زیادہ فرق تو نہیں ہے۔"

"خاموش۔" وہ دانت پیس کر آہستہ سے بولی "یہ نام دوبارہ زبان پر نہ لانا، اپنے ساتھ میری بھی گردن کٹواؤ گے۔"

"میرا دل تو چاہتا ہے کہ میں بھی اس تنظیم میں شریک ہو جاؤں۔"

"میں کہتی ہوں خاموش رہو۔"

"سنو!" دفعتاً حمید چونک کر بولا "کیا میں کاؤنٹر کلرک کو بتا دوں کہ میری گاڑی غائب ہو گئی ہے۔"

ریما اُسے ایسے انداز میں دیکھتی رہی جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو پھر آہستہ سے بولی "جو دل چاہے کرو، میں نہیں جانتی لیکن ظاہر ہے یہ ایک احمقانہ حرکت ہوگی۔ تمھیں پہلے ہی کہنا چاہیے تھا۔ حمید محتاط رہو۔ اگر انھیں سازباز کا شبہ بھی ہو گیا تو ہم دوسرے لمحے میں زندہ نہیں رہیں گے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ گاڑی کا اس طرح ہاتھ سے نکل جانا اُسے گراں گزرا تھا۔ اس کے پاس کوئی ایسا ذریعہ بھی نہیں تھا، جو بلیک فورس یا فریدی سے رابطہ قائم کرنے کا باعث بن سکتا۔ اس کا چھوٹا ٹرانسمیٹر تو اسی جیب میں رہ گیا تھا جو اکرام کے موٹر سائیکل سے اُڑا لی گئی تھی۔

ریما اُسے گھورے جا رہی تھی۔ دفعتاً حمید بولا "تمھارا رول مشتبہ ہوتا جا رہا ہے۔"

"وہ کس طرح پیارے کیپٹن؟"

"مجھے پیارا دیارا مت کہو۔ اس وقت تمھاری صورت زہر لگ رہی ہے۔"

"آخر اس خفگی کی وجہ؟"

"میں احمق نہیں ہوں۔"

"نہ ہو گے لیکن میں خفگی کی وجہ ضرور معلوم کروں گی۔"

"وجہ میں اُس موٹی عورت کو بتاؤں گا۔"

"تمھارا کوئی بھی غیر ذمے دارانہ قدم تمھیں موت ہی کی طرف لے جائے گا۔"

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ ریما کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا "شاید تم سمجھتے ہو کہ گاڑی کے غائب ہو جانے کا علم مجھے پہلے سے تھا۔"

"ہاں میں یہی سمجھتا ہوں۔" حمید جھلا کر بولا۔

"تو سمجھا کرو۔" ریما کو بھی بالآخر طیش آ گیا اور وہ اس سے دُور جا بیٹھی۔

"لیری کراس۔" حمید نے سرد آہ بھر کر کہا۔

اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی اور حمید سے اجازت مل جانے کے بعد دروازہ کھولا۔

یہ لیری کراس تھی۔

"اوہ! خوش آمدید... مادام لیری کراس۔" حمید اُٹھ کر اس کا استقبال کرتا ہوا بولا۔

"سخت بوریت محسوس کر رہی ہوں۔ میرے ساتھ کوئی مقامی آدمی نہیں ہے جس سے یہاں کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکوں۔"

"کیا ریگم بالا جا رہی ہو۔"

"ہاں، مجھے قدیم صنمیات سے عشق ہے گو تم کی تصویر تو میرے دل پہ نقش ہے۔ کیسی آسودہ سی معصوم مسکراہٹ پائی جاتی ہے

ہونٹوں پر... کتنا سکون ہے چہرے پر۔"

"موٹے جسم پر گوشت زیادہ نہیں ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ لیری نے چھت اُڑا دینے والے قہقہے سے اس جملے کا استقبال کیا تھا۔

"مجھے اپنے تن و توش پر شرم نہیں آتی، اچھے دوست۔"

"بُرا نہ ماننا، میں اس لڑکی کو جلا رہا تھا۔" حمید نے ریما کی طرف اشارہ کر کے کہا اور وہ اس طرح چونک کر اُسے دیکھنے لگی جیسے پہلے اُس کی موجودگی کا احساس ہی نہ رہا ہو۔

"اوہ! مجھے افسوس ہے مسز زیٹو۔" لیری ندامت آمیز لہجے میں بولی۔

"ابھی ہم کورٹ شپ کر رہے ہیں، شادی نہیں ہوئی۔" حمید بولا۔

"تم جیسے بے وقوف آدمی سے میں ہرگز شادی نہیں کروں گی۔" ریما نے جھنجلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"ارے ارے۔" لیری بولی "ایسی بھی کیا خفگی... بعض لوگوں کو چڑانے میں لطف آتا ہے۔"

"تم نہیں سمجھتیں، یہ ایک بے پروا اور بے وقوف آدمی ہے۔ کوئی ہماری گاڑی اُڑا لے گیا اور اس شخص نے اس کا ذکر کاؤنٹر کلرک تک سے نہیں کیا۔"

"نہیں۔" لیری کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یقین کرو۔"

"تمھیں رپورٹ کرنی چاہیے۔" لیری نے حمید سے کہا۔

"جب میں جانتا ہوں کہ رپورٹ سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا تو پھر اپنی انرجی کیوں ضائع کروں۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"آئے دن یہاں ایسی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ کوئی پُرسانِ حال نہیں۔"

"کیا تم بہت دولت مند آدمی ہو؟" لیری نے پوچھا۔

"کچھ بھی ہو احمق... احمق ہی کہلائے گا۔ دولت مندی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" ریما نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم بہت دیر سے مجھے بُرا بھلا کہہ رہی ہو، مجھے بولنے پر مجبور نہ کرو۔" حمید غرایا۔

"کرو میاؤں میاؤں، میرا کیا بگڑے گا۔"

"دیکھا تم نے مادام لیری۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا "لیکن ہو بھی کیا سکتا ہے جبکہ مجھے اس کی بدزبانیوں ہی سے پیار ہے۔"

"تم دونوں ہی عجیب معلوم ہوتے ہو۔" لیری تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔

☆

واجد آرام کرسی پر نیم دراز چھت کو تکے جا رہا تھا۔ فریدی اور رافعہ اُس کے قریب ہی کھڑے منتظر تھے کہ اس کی زبان سے کچھ نکلے۔ کئی منٹ گزر گئے لیکن واجد کی حالت میں کوئی فرق نہ ہوا۔

فریدی کو ایک بار پھر اپنے ساتھیوں سے رابطہ قائم کرنا پڑا جو عمارت کے آس پاس موجود تھے۔ واجد کو اُن کے حوالے کر دیا گیا۔ پروفیسر ابدالی کی لاش سے متعلق بھی فریدی نے انھیں ہدایات دیں۔ اس کے لیے ٹیکم گڑھ کی پولیس سے رابطہ قائم کرنے کو کہا پھر رافعہ سے پوچھا کہ وہ کہاں جانا چاہتی ہے۔

"میں اب یا تو خود فنا ہو جاؤں گی یا انھیں فنا کر دوں گی۔"

"مجھے تم سے ہمدردی ہے لیکن آخر تم کیا کر سکو گی جب کہ تمھاری معلومات محدود ہیں۔"

"یہ بتاؤ، یہ آدمی کون تھا تم نے اُسے کسی نام سے پکارا تھا۔"

"واجد! میرے ہی محکمے کا ایک آدمی ہے۔ سفر کے دوران میں وہ علیل ہو گیا تھا۔ بے ہوشی کی حالت میں وہ لوگ اُسے اُٹھا لائے تھے۔"

"آخر کیوں؟ اور اب یہ کس حال میں تھا۔"

"غالباً انھوں نے اس پر کسی قسم کا کوئی تجربہ کیا ہے؟"

"کیا پولیس یہاں آئے گی؟"

"نہیں... لاش یہاں سے ہٹا دی جائے گی تاکہ فی الحال پروفیسر کی موت کے اسباب پر روشنی نہ پڑ سکے۔"

"کیوں؟"

"اگر پولیس حرکت میں آ گئی تو پھر ہم ان لوگوں پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔ وہ محتاط ہو جائیں گے اور اپنی اُن مصروفیات کو ترک کر دیں گے، جو قابلِ گرفت ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ ہیلی کاپٹر یہاں سے کون لے گیا تھا جب کہ پروفیسر بھی یہیں موجود تھے۔"

"میرا خیال ہے کہ تہ خانے میں ڈیڈی کے علاوہ کوئی اور بھی موجود تھا، جو ہیلی کاپٹر کو لے گیا۔ دھوئیں کا بم ڈیڈی نے استعمال کیا ہوگا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ رافعہ کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ آنکھوں اور ٹھوڑی کی بناوٹ کی بنا پر وہ ایک ضدی لڑکی معلوم ہوتی تھی۔ پیشانی کی بناوٹ حوصلہ مندی کی طرف اشارہ کرتی تھی۔

"تو پھر تم کیا چاہتی ہو؟" دفعتاً وہ اُس سے سوال کر بیٹھا۔

"جب تک کہ وہ فنا نہ ہو جائیں، تمھارے ساتھ رہنا چاہتی ہوں۔"

"پروفیسر کی لاش دستیاب ہو جانے کے بعد پولیس کو تمھاری

تلاش ہوگی۔"

"مجھے کیا پریشانی ہوسکتی ہے جبکہ تم بھی تو ایک آفیسر ہی ہو کیپٹن حمید اور پھر میرا خیال ہے کہ شاید میں تمہارا ہاتھ بھی بٹا سکوں۔"

"وہ کس طرح؟"

"وہ چاروں، قاسم سمیت کس راستے سے فرار ہوسکیں گے؟"

"پتا نہیں۔"

"میں بھی تھوڑی سی سوجھ بوجھ رکھتی ہوں۔ تمہارے آدمی خاصے ہوشیار معلوم ہوتے ہیں۔ انھوں نے چاروں طرف نظر رکھی ہوگی لہٰذا روزِ روشن میں ان کا اس طرح غائب ہوجانا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"ہوسکتا ہے تہ خانے میں کسی سُرنگ کا دہانہ بھی ہو۔ ہیلی کاپٹر میں صرف پائلٹ آیا تھا، وہ ہمیں لے گیا۔ اس وقت ڈیڈی عمارت میں تنہا تھے۔ واپسی پر پائلٹ سمیت چار آدمی ہمارے ساتھ تھے۔ وہ چاروں تمہاری گرفت میں آگئے تھے پھر پانچواں کہاں سے آیا جو ہیلی کاپٹر کو اُڑا لے گیا؟"

"تم واقعی خاصی سوجھ بوجھ رکھتی ہو۔ اچھا تو پھر ہمیں تہ خانے کو بھی دیکھنا چاہیے۔"

وہ ایک بار پھر تہ خانے میں نظر آئے۔ خالی تابوت سامنے پڑا تھا لیکن دوسرے تابوت پر اُن کی نظر پہلے نہیں پڑی تھی۔ یہ دیوار سے لگا کر کھڑا کیا گیا تھا اور سرسری طور پر دیکھنے میں الماری معلوم ہوتی تھی۔ فرش پر پڑے ہوئے تابوت سے مختلف بھی تھا۔ اس کے اوپر ٹیلی فون کے ڈائل سے مشابہ ایک بڑا چکر سا لگا ہوا تھا جس کے وسط میں انسانی کھوپڑی کی تصویر تھی۔

ان دونوں تابوتوں کے علاوہ یہاں اور کچھ بھی نہ تھا۔ وہ اسی تابوت کے قریب آئے۔ فریدی اس ڈائل نما حصے کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ ساخت کے اعتبار سے وہ ایسا ہی لگتا تھا جیسے گھمانے سے گھوم جائے گا۔

"یہ ہے کیا بلا؟" رافعہ نے کہا اور ایک سوراخ میں انگلی ڈال کر اُسے گھما ہی دیا۔

ایک عجیب سی ڈراؤنی آواز کے ساتھ تابوت کے دونوں پاٹ اندر کی طرف کھلتے چلے گئے۔ رافعہ لڑکھڑائی تھی اور فریدی اُسے سنبھالنے کے لیے آگے بڑھا تھا۔ اس نے فوری طور پر محسوس کیا کہ وہ لڑکھڑاہٹ اتفاقی نہیں تھی بلکہ تابوت کے کھلے ہوئے دروازے سے کسی غیر مرئی قوت نے اُسے کھینچا تھا۔ اور اب فریدی بھی خود کو روکنے کی کوشش میں ناکام رہا تھا۔

دونوں بڑی تیزی سے تابوت کے دروازے سے گزرے چلے گئے پھر اُسے اتنا ہی یاد رہ سکا کہ اس نے رافعہ کی چیخ سنی تھی اور خود اپنی چیخیں روکنے کی کوشش کرتا ہوا نامعلوم گہرائی میں گرا جا رہا تھا پھر اس نے دو دھماکے سنے۔ یہ اُن کے اپنے گرنے کی آوازیں تھیں لیکن... لیکن... وہ خود زندہ تھا۔ کسی قسم کی ٹوٹ پھوٹ کا احساس بھی نہ ہوسکا۔

اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن دیکھ نہیں سکتا تھا۔ کیا بصارت کھو بیٹھا؟

"رافعہ... رافعہ۔" اس نے لڑکی کو آوازیں دیں لیکن جواب نہ ملا۔ اب اس نے آس پاس ٹٹولنا شروع کیا۔

رُوئی، یہ تو رُوئی کا ڈھیر معلوم ہوتا تھا، جس پر وہ گرا تھا۔ اس نے پھر رافعہ کو پکارا۔ دفعتاً اس کا ہاتھ اُس ٹارچ سے ٹکرایا، جو تہ خانے میں اسی کے پاس تھی۔ ٹارچ کی روشنی میں اُس نے گردوپیش کا جائزہ لیا۔ رافعہ تھوڑے ہی فاصلے پر پڑی نظر آئی۔

وہ بے ہوش تھی۔

کنواں؟ کیا یہ کوئی اندھا کنواں تھا جس کی تہ میں رُوئی کے ڈھیر لگا دیے گئے تھے تاکہ گرنے والے نہ مرسکیں۔

رافعہ کی نبض درست چل رہی تھی۔ وہ اُسے ہوش میں لانے کی تدبیر کرنے لگا۔

وہ ہوش میں آئی اور پاگلوں کی طرح چیخنے لگی تھی۔

"تم زندہ ہو، ڈرو نہیں، ہوش میں آؤ۔" وہ اُسے جھنجوڑ کر بولا۔

اس کے بعد وہ اسی طرح سنبھل گئی تھی جیسے اب ہوش میں آئی ہو۔

"یہ کیا ہوا، کیونکر ہوا؟"

"جلد بازی کا نتیجہ... میں اس طرف متوجہ نہیں تھا، ورنہ تمہیں اُسے ہاتھ لگانے سے باز رکھتا۔"

"یہ کون سی جگہ ہے؟"

"ایک اندھا کنواں اور ہم رُوئی کے ڈھیر پر گرے ہیں۔"

"لیکن یہ کیونکر ہوا؟"

"خدا جانے۔"

"اب کیا ہوگا۔ ذرا ٹارچ روشن کرو، میں بھی تو دیکھوں۔"

فریدی نے ٹارچ روشن کی اور روشنی کا دائرہ چاروں طرف گھومنے لگا۔

"اب اس میں سے نکلنا کیسے ممکن ہوگا؟"

"فکر نہ کرو۔"

"کیا تمہارا دماغ اُلٹ گیا ہے اس صدمے سے؟" رافعہ نے

متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

"اس کا شبہ کیونکر ہوا؟"

"تمہاری بے پروائی کے انداز سے... کہتے ہو فکر نہ کرو... جیسے ڈرائنگ روم سے بیڈ روم میں جانے کا مسئلہ ہو۔"

"یہاں رُوئی کے اس ڈھیر کی موجودگی کا مقصد یہی ہوسکتا ہے کہ اس طرح گر جانے والے مرنے نہ پائیں۔"

"اچھا تو پھر؟"

"کسی نہ کسی طرح ہم یہاں سے نکل جائیں گے یا نکال لیے جائیں گے۔" فریدی نے کہا اور ٹارچ روشن کرکے اُس کا رُخ اُوپر کی طرف کر دیا۔ قریباً بیس بائیس فٹ کی بلندی پر دو دریچے سے نظر آئے، جو ایک دوسرے کے مقابل تھے۔

"وہ دیکھو۔" اس نے رافعہ سے کہا۔ "ان میں سے کوئی دریچہ وہ ہوگا جس سے ہم گرے ہیں۔ دوسرا اس کے مقابل ہے۔ ہوسکتا ہے اسی ڈائل کا صحیح استعمال ایک دریچے سے دوسرے دریچے تک پل بنا دیتا ہو۔"

"لیکن اب کیا ہوسکتا ہے۔"

"ویٹ اینڈ سی۔"

رافعہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا کر رہ گئی۔

فریدی نے ٹارچ بند کر دی تھی اور سوچ ہی رہا تھا کہ اُن دریچوں تک پہنچنے کے لیے کیا کیا جائے کہ دفعتاً چاروں طرف تیز قسم کی روشنی پھیل گئی۔ فریدی بڑی پھرتی سے اوندھے مُنہ گر پڑا اور آہستہ سے بولا۔ "میں گرتے ہی بے ہوش ہوگیا تھا اور تمہیں زبردستی تہ خانے میں لایا تھا۔ ہوشیاری سے۔"

دفعتاً ایک گونجیلی آواز سنائی دی۔ "مس ابدالی! تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟"

"وہی... وہی... جو مجھے پکڑ لے گیا تھا۔" رافعہ روہانسی آواز میں چیخی۔ "کسی نے میرے ڈیڈی کو مار ڈالا، بتاؤ کس نے مارا؟"

"دُشمنوں نے مس ابدالی... مجھے افسوس ہے لیکن اسے کیا ہوا؟"

"اس نے مجھ پر تشدد کرکے مجھ سے تہ خانے کا راز معلوم کیا۔ تہ خانے میں لایا۔ وہاں ایک تابوت پڑا تھا۔ اس میں سے ایک آدمی کو نکالا، جس کے سارے جسم پر پٹیاں کسی ہوئی تھیں اور... اور پھر تہ خانے میں آیا... اور جیسے ہی دوسرے تابوت کے اُوپر لگے ہوئے ڈائل کو گھمایا، یہ مصیبت ٹوٹ پڑی۔"

"کیا وہ بے ہوش ہوگیا ہے؟"

"مر بھی گیا ہوگا تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"دیکھو، کیا کیفیت ہے؟"

فریدی نے محسوس کیا کہ رافعہ اس کی نبض ٹٹول رہی ہے۔ وہ ویسے ہی بے حس و حرکت پڑا رہا۔

"زندہ ہے۔" دفعتاً وہ اُونچی آواز میں بولی۔ "شاید اس کا سر دیوار سے ٹکرا گیا تھا۔ گہری بے ہوشی طاری ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ رسّی پھینکی جا رہی ہے، تم اُس کے ہاتھ پیر مضبوطی سے باندھ دو اور تمہارے لیے سیڑھی لٹکائی جا رہی ہے۔" اوپر سے آواز آئی۔

فریدی نے رسّی گرنے کی آواز سُنی اور جب محسوس کیا کہ رافعہ اس کے قریب آگئی ہے تو آہستہ سے پوچھا۔ "رسّی کا دوسرا سرا کہاں ہے؟"

"اُوپر دریچے میں۔"

"میرے پیر اس طرح باندھو کہ رسّی کا یہ سرا میرے ہاتھوں میں ہو۔"

پھر جب وہ اس کے پیر باندھ رہی تھی، فریدی نے محسوس کیا کہ وہ اس کا مطلب بخوبی سمجھ گئی ہے۔

اُوپر سے پھر آواز آئی۔ "مس ابدالی سیڑھی لٹکائی جا رہی ہے، تم اُوپر آجاؤ۔"

دو منٹ بعد فریدی کی ٹانگوں کو جھٹکا لگا اور فریدی نے رسّی کے ڈھیلے پھندے کو کارآمد رکھنے کے لیے اپنی ٹانگوں کے درمیان اتنا فاصلہ پیدا کر لیا کہ پھندا اس کا وزن سہار سکے۔ اب اس کا سر نیچے تھا اور ٹانگیں اُوپر۔ اس طرح وہ دریچے کی طرف کھنچا چلا جا رہا تھا پھر اس کی ٹانگیں کسی نے پکڑ لی تھیں۔ اُس نے دو آدمیوں کے ہاتھ محسوس کیے تھے۔ بدقت تمام اُسے اُوپر کھینچ کر لٹا دیا گیا تھا۔

"ہوش میں آنے سے پہلے ہی جکڑ دو۔" اس نے کسی غیر ملکی کی آواز سُنی اور بڑی پھرتی سے پھندے میں سے ایک پیر نکال کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ پہلا گھونسا قریب کھڑے ہوئے آدمی کے جبڑے پر پڑا تھا اور وہ اُس دریچے سے گزرتا ہوا نیچے کنویں میں جا پڑا تھا دوسرے آدمی کے سنبھلنے سے پہلے ہی اس کا ریوالور نکل آیا تھا۔

"خبردار جو اپنی جگہ سے جنبش بھی کی۔"

رافعہ بھی قریب ہی کھڑی تھی۔ تھوڑے ہی فاصلے پر قاسم بندھا پڑا تھا اور وہ دونوں غیر ملکی جو بلیک فورس کے ممبروں کے ہاتھوں زخمی ہوئے تھے۔ دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

"تم دونوں اپنے ہاتھ سروں پر رکھ لو۔" فریدی نے انھیں بھی للکارا۔

"دیکھا سالو۔" دفعتاً قاسم چیخنے لگا "اب بنے غی تمھاری چٹنی، مجھ گریب کو مار مار کر آدھ مرا قر دیا حرامیوں نے... تھتے تھے کہ تم نے مُرغی والے کا کہنا قیوں مانا تھا، قیوں ہمیں باندھ لیا تھا؟"

رافعہ، قاسم کے قریب بیٹھ کر اُس کے ہاتھ پیر کھولنے لگی۔

وہ تینوں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھے جا رہے تھے لیکن کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔

"اب تم پھر انھیں باندھ لو۔" فریدی نے قاسم سے کہا۔

وہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا اور خونخوار نظروں سے اُن تینوں کو گھورے جا رہا تھا۔

"یوں نہیں۔ پہلے تم ان کی تلاشی لے ڈالو۔" فریدی نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اُسے خدشہ تھا کہ کہیں وہ ان پر ٹوٹ ہی نہ پڑے اور اُن میں سے کسی کو ریوالور نکال لینے کا موقع مل جائے۔ یہ جگہ بھی اتنی ہی کشادہ تھی جتنا اس عمارت والا تہ خانہ تھا۔ قاسم نے تینوں کی تلاشی لے کر صرف اُس آدمی کے پاس سے ریوالور برآمد کیا جو زخمی نہیں تھا۔ اُس نے اُن تینوں کو یکے بعد دیگرے گرا گرا کر باندھ لیا تھا۔ اس کے بعد اُس نے ہانپتے ہوئے فریدی سے پوچھا۔ "ماروں سالوں کو...؟"

"نہیں پہلے مجھے ان سے دو دو باتیں کر لینے دو کیونکہ انھوں نے ابھی ابھی ایک قتل کیا ہے۔"

"قتل... کس کا قتل؟"

"انھوں نے پروفیسر کو مار ڈالا۔"

"ابے باپ رے، اب قون پتا قر کھلائے گا؟"

"خدا کے لیے خاموش رہو۔" رافعہ روہانسی ہو کر بولی۔

"اَر رب... مم... ماپھی چاہتا ہُوں... مَیں ان سالوں کی ہڈیاں چباڈالوں گا... اَغر انھوں نے... پروفیسر ابا... کو مار ڈالا ہے۔"

"ٹھہرو۔" فریدی نے ہاتھ اُٹھا کر سخت لہجے میں کہا۔ وہ چند لمحے ان تینوں کو گھورتا رہا پھر غرایا۔ "تمھارا سربراہ لیکراس کہاں ہے؟"

کوئی کچھ نہ بولا۔ وہ پھر دہاڑا۔ "بتاؤ۔"

"ہم کچھ نہیں جانتے... ہمیں جو حکم ملتا ہے کرتے ہیں۔" اُس آدمی نے کہا، جو زخمی نہیں تھا۔

"کس سے حکم ملتا ہے؟"

اُس آدمی نے دریچے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "جسے تم نے نیچے پھینک دیا ہے۔ ہم صرف اسی کو جانتے ہیں۔ لیکراس ہمارے لیے ایک نیا نام ہے۔"

فریدی نے چاروں طرف دیکھا۔ رسیوں کی وہ سیڑھی جو رافعہ کے لیے لٹکائی گئی تھی قریب ہی پڑی نظر آئی۔

اُس نے اس آدمی سے کہا کہ اُسے دریچے کے قریب لے جایا جائے گا۔ وہ چوتھے آدمی کو آواز دے کر کہے کہ اس کے لیے سیڑھی لٹکائی جا رہی ہے۔ قیدی کو دوبارہ قید کر لیا گیا ہے، وہ اوپر آ جائے۔

"اس کے خلاف اگر ایک لفظ بھی زبان سے نکلا تو کھوپڑی میں سوراخ کر کے نیچے پھینک دوں گا۔" اُس نے قاسم کو اشارہ کیا کہ وہ اسے اُٹھا کر دریچے کے قریب لے جائے پھر بولا۔ "احتیاط رکھنا کہ نیچے سے دیکھے نہ جا سکو۔ جیسے ہی وہ بات پوری کر چکے اسے پیچھے کھینچ لینا اور تم رافعہ سیڑھی فوراً ہی نیچے پھینک دینا۔"

اُنھیں ہدایات دے کر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور دریچے کی بائیں جانب دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔

قیدی نے فریدی کے کہے ہوئے الفاظ دریچے سے مُنہ نکال کر دُہرائے تھے اور قاسم نے بڑی پھرتی سے اُسے پیچھے کھینچ لیا تھا۔ ساتھ ہی رافعہ نے رسیوں والی سیڑھی نیچے پھینکی تھی۔

عجیب سا سناٹا چھا گیا تھا۔ کچھ دیر بعد چوتھے آدمی کا سر دریچے میں دکھائی دیا۔ پھر شانے اُبھرے اور دوسرے ہی لمحے میں اُس کی گردن فریدی کی گرفت میں تھی اور اسی حالت میں اُس نے اُسے اندر کھینچ لیا تھا۔

بیہوشی کا اندازہ ہوتے ہی وہ فریدی سے لپٹ پڑا لیکن زیادہ دیر تک جد و جہد جاری نہ رکھ سکا۔ فریدی نے اُس کا بایاں ہاتھ مروڑ کر پشت پر گھونسا رسید کیا اور وہ مُنہ کے بل فرش پر آ رہا۔

قاسم نے اُس کے پاس سے بھی ریوالور برآمد کر کے قبضے میں کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں قرنل صاحب! جلدی قیجیے، بھوخ کے مارے میرا دم نکلا جا رہا ہے۔"

اور فریدی چوتھے آدمی کے سینے پر سوار ہو کر کہہ رہا تھا۔ "بتاؤ لیکراس کہاں ہے۔"

"مل... لیکراس۔" وہ خوفزدہ انداز میں ہکلایا۔ "مَیں نہیں جانتا۔"

دو تین تھپڑوں کی آوازیں سناٹے میں گونجیں اور مغلوب ہانپتا ہوا بولا۔ "وہ... وہ... ریگم بالا کے... ویران قلعے میں رہتا ہے۔ اس سے زیادہ مَیں... اور کچھ نہیں جانتا... کک... کچھ نن... نہیں... جج... جا۔

آہستہ آہستہ اُس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں اور پھر وہ بالکل ہی بے حس و حرکت ہو گیا۔ اُس کے سر سے بہنے والا خون فرش پر پھیل رہا تھا۔

فریدی اُسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ اُس نے دیکھا کہ قاسم جھکا ہوا رافعہ سے سرگوشیاں کر رہا ہے اور رافعہ خود اُس کی طرف خوفزدہ نظروں سے دیکھے جا رہی ہے۔ اُس سے نظر ملتے ہی گڑبڑا گئی اور قاسم "ہی ہی ہی" کرتا ہوا بولا۔ "گلتی سے مَیں نے قرنل صاحب کہہ دیا تھا، اس لیے بتانا ہی پڑا۔"

کچھ دیر بعد وہ قیدیوں کی رہنمائی کی بنا پر پھر اسی عمارت کے تہ خانے میں پہنچ گئے تھے اور اب فریدی کو اصل مہم کا آغاز کرنا تھا۔ عمارت اب پوری طرح فریدی کے آدمیوں کی نگرانی میں تھی۔ ان میں سے ایک کچن میں کھانا تیار کر رہا تھا۔ قاسم بار بار اُس کی کارکردگی کا جائزہ لینے کچن کی طرف جاتا اور ندیدوں کی طرح مُنہ چلاتا ہوا واپس آ جاتا۔ واجد اب آدمیوں کے لباس میں تھا۔ لیکن اس کی ذہنی حالت غیر واضح تھی۔ کبھی ہوش کی باتیں کرتا اور کبھی عالمِ بالا کی خبر لانے لگتا۔ رافعہ بے حد بجھی بجھی سی نظر آ رہی تھی۔

فریدی نے اُس سے کہا۔ "اب تم جہاں جانا چاہو پورے تحفظ کے ساتھ تمھیں بھجوایا جا سکتا ہے۔"

"مجھے کہیں نہیں جانا۔ باپ کی موت کا انتقام میری زندگی کا مشن بن گیا ہے۔"

"تم کیا کر سکو گی؟"

"شاید ریگم بالا کے ویران قلعے میں آپ کی کوئی مدد کر سکوں۔"

"تم نے اب تک کُھل کر بات نہ کی۔"

لیکن اُس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی واجد چونک کر بڑبڑایا۔ "ریگم بالا کا... ویران قلعہ۔" اور پھر اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اُس کے چہرے کا سارا اضمحلال غائب ہو گیا تھا اور آنکھوں میں صحت مند سی چمک عود کر آئی تھی۔

"کیوں، کیا بات ہے؟" فریدی نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"سب کچھ یاد آ گیا جناب! مَیں نے اُسے ریگم بالا کے ویران قلعے میں دیکھا تھا۔ وہ کوئی قدیم مصری رُوح تھی اور میرے سامنے گوشت پوست میں آئی تھی۔ مَیں نے اُسے چھو کر دیکھا تھا۔ اُس نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا تھا۔"

"بیٹھ جاؤ۔"

"مل... لیکن مَیں کہاں ہُوں؟" وہ چندھیائی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"کیا تمھیں یاد ہے کہ کچھ دیر پہلے تم ایک تہ خانے میں تھے اور تمھارا پورا جسم پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا؟"

"میرا جسم!" واجد کے لہجے میں حیرت تھی۔

فریدی نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سر کو اثباتی جُنبش دی۔

"جی مجھے تو یاد نہیں۔"

"کیا تمھیں یہ بھی یاد نہیں کہ میرے ساتھ ان اطراف کا سفر شروع کیا تھا۔"

"مَیں یہی سوچ رہا تھا کہ یہاں اس طرح آپ کے ساتھ...!"

وہ جملہ پورا کیے بغیر خاموش ہو گیا۔ اُس کی آنکھوں میں شدید ترین اُلجھن کے آثار تھے۔

"اوہو، کچھ نہیں۔" فریدی ہاتھ اُٹھا کر بولا۔ "جاؤ تم دوسرے کمرے میں آرام کرو۔ قاسم انھیں بیڈ روم میں لے جاؤ۔"

"چلیے جناب۔" قاسم مسمسی سی صورت بنا کر بولا۔

واجد اب بھی فریدی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ فریدی نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "جاؤ... جاؤ۔"

وہ قاسم کے ساتھ چلا گیا۔

"اس کی ذہنی حالت قابلِ اطمینان نہیں معلوم ہوتی۔ اس کے لیے آپ کیا کریں گے؟" رافعہ بولی۔

"ٹیکم گڑھ کے کسی اسپتال میں داخل کرا دیا جائے گا۔"

اتنے میں قاسم واپس آ گیا اور خوفزدہ لہجے میں بولا۔ "لیٹتے ہی سو گیا اور دانت خبیثوں کی طرح نکلے ہوئے ہیں۔ آخر یہ ہے قیا بلا؟"

"جاؤ دیکھو کھانا تیار ہو گیا؟" فریدی نے اُس سے کہا اور وہ سعادت مندانہ انداز میں سر ہلا کر چلا گیا۔

"وہ آدمی ویران قلعے کے بارے میں کیا کہہ رہا تھا؟" رافعہ نے دریافت کیا۔

"یہی شخص مجھے اس طرف لانے کا باعث بنا ہے.. پھر کسی وقت اطمینان سے اس کی کہانی سُناؤں گا اور ہاں میرا خیال ہے کہ کھانا کھا کر ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔"

"لیکن گاڑی؟"

"سب کچھ موجود ہے، تم اس کی فکر نہ کرو۔"

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے آدمیوں کو سفر جاری رکھنے کے لیے خصوصی ہدایات دے رہا تھا۔

کے باوجود بھی تم لوگ انسانیت کی حدود کو نہیں پھلانگتے۔ میں تم لوگوں کو کسی حد تک مظلوم بھی سمجھتی ہوں۔"

"ریگم بالا میں تم جہاں کہو گی پہنچا دی جاؤ گی۔" فریدی نے کہا۔

"میں جہاں کہوں گی؟" ریما نے حیرت سے دہرایا۔

"کیوں، اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟" حمید نے جواباً حیرت ظاہر کی۔

"میں ریگم بالا تو کیا اس پورے ملک میں کسی کو نہیں جانتی۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ دونوں مجھے کہاں لے جاتے۔"

"تب تو پھر یہی مناسب ہوگا کہ تم ہمارے ہی ساتھ رہو۔"

دفعتاً فریدی نے بریک لگائے اور گاڑی تیز قسم کی چرچراہٹ کے ساتھ رک گئی۔

"کیا ہے؟" حمید چونک پڑا اور پھر اسے وہ چیز نظر آگئی۔ ایک آدمی سڑک پر اوندھا پڑا تھا اور اس کے سر کے آس پاس کی برف سرخ ہو رہی تھی۔

فریدی نے ہیڈ لیمپ بجھا دیے لیکن انجن بند نہ کیا۔

"میرا خیال ہے۔" حمید نے کچھ کہنا چاہا۔

"خاموش رہو۔"

پھر فریدی بڑی احتیاط سے نیچے اترا تھا اور جھک کر تیزی سے دوڑتا ہوا خود بھی دھم سے لاش ہی کے قریب جا گرا تھا۔

حمید بوکھلا گیا۔

کیا بے آواز فائر؟ فوری طور پر اسی خیال نے اسے بھی گاڑی سے باہر لا پھینکا۔

اب وہ سینے کے بل رینگتا ہوا فریدی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ریوالور ہولسٹر سے نکل آیا تھا۔

برف پر اس طرح رینگنا ہنسی کھیل تو نہیں۔ آدھی ہی مسافت بلائے جان بن گئی۔

دفعتاً اس نے فریدی کو پلٹتے دیکھا۔ وہ بھی اسی کی طرح رینگتا ہوا گاڑی کی طرف واپس آ رہا تھا۔

حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔

قریب پہنچ کر فریدی آہستہ سے بولا۔ "لاش... میرا خیال ہے کہ وہ ناصر کے ساتھیوں میں سے ہے۔ صبح موٹیل میں وہ غالباً اس کے ساتھ ہی تھا۔"

"اوہو، تو اسے بھی گولی لگی تھی۔"

"نہیں، وہ میرے ہاتھوں نہیں مرا۔ میں نے صرف دو فائر کیے تھے اور دو لاشیں تم وہاں دیکھ چکے ہو۔ اس کی کنپٹی پر گولی ماری گئی ہے اور جہاں لاش پڑی ہوئی ہے، وہیں سے کوئی گاڑی ڈھلان میں اتری ہے۔"

"تو پھر اب کیا، کیا جائے؟"

"پہلے ہمیں اس ٹرانسمیٹر سے چھٹکارا پانا چاہیے، جو گاڑی میں موجود ہے، تم اسی طرح دائیں جانب والی ڈھلان اتر جاؤ اور اس راستے پر نظر رکھو جدھر وہ گاڑی گئی ہے۔"

حمید اس کی ہدایت کے مطابق دائیں جانب والی ڈھلان میں رینگ گیا اور لاش کی پوزیشن ذہن میں رکھ کر دائیں جانب اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا۔

دفعتاً اس نے ایک سریلی سی چیخ سنی اور اچھل پڑا۔ گاڑی کے انجن کی آواز پہلے سے تیز ہو گئی تھی۔

"اوہ! مردود۔" فریدی کی آواز آئی۔

"کیا ہوا؟" حمید بوکھلا کر سڑک کی طرف جھپٹا۔

پھر فریدی اسے سڑک پر دوزانو بیٹھا ہوا نظر آیا۔ قریب پہنچا تو ریما بھی نظر آئی، جو برف پر اوندھی پڑی تھی لیکن گاڑی کا کہیں پتا نہ تھا۔

"کیا ہوا؟" حمید قریب پہنچ کر خود بھی فریدی ہی کی سی پوزیشن میں بیٹھتا ہوا بولا۔

"اسے گاڑی سے دھکیل کر فرار ہو گیا۔"

"اکرام!"

"اور نہیں تو کیا چیانگ کائی شیک؟" فریدی کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔

"وہ تو... وہ تو... کمال ہو گیا۔" حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہیے۔ اکرام کی اس حرکت پر غصے کا اظہار کرے... یا قہقہے لگائے؟

"کیا تم ہوش میں ہو؟" فریدی نے جھک کر ریما سے پوچھا۔

"ہا... آں... آں...!" کانپتی ہوئی آواز ریما کے منہ سے نکلی تھی۔

"اٹھنے کی کوشش کرو۔"

"گری ہوئی عورتیں خود سے نہیں اٹھ سکتیں۔" حمید اسے سہارا دینے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا لیکن فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ارے ارے، میں تجربے کی بات کہہ رہا ہوں۔"

اتنے میں ریما خود ہی اٹھ بیٹھی۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ ضروری نہیں تھا کہ سنسان سڑک پر جب کہ چاروں طرف برف ہی برف نظر آ رہی تھی، کوئی گاڑی بھی دکھائی دیتی۔ ایسے موسم میں لوگ عموماً رات کا سفر ملتوی ہی کر دیتے ہیں۔

"یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے۔" دفعتاً فریدی بولا اور ریما کا ہاتھ پکڑ کر داہنی ہی جانب کی ڈھلان میں اترتا چلا گیا لیکن جگہ وہی منتخب کی تھی، جہاں سے برف پر گاڑی کے پہیوں کے نشانات نظر آ رہے تھے۔

جب حمید بھی اس کے قریب پہنچ گیا تو بولا۔ "میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

"کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو میری تقدیر ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ فریدی گاڑی کے پہیوں کے نشان سے لگ کر چل رہا تھا۔

ان دونوں نے اس کی تقلید شروع کر دی۔

"مم... میں تو... اس طرح نہیں چل سکوں گی۔" ریما منمنائی۔

"پھر کس طرح چل سکو گی؟" حمید نے پوچھا۔ وہ اس کے ساتھ چل رہا تھا۔ فریدی سب سے آگے تھا۔ حمید کو اس وقت ریما پر کڑی نظر رکھنی تھی۔

"وہ... وہ... مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔"

"بے ضرر آدمی تھا، تم کیوں نہیں گئیں اس کے ساتھ؟"

"میرے انکار پر اس نے مجھے گاڑی سے دھکیل دیا۔"

"آخر انکار کیوں کیا؟"

"اب میں تم دونوں کے علاوہ اور کسی پر بھی اعتماد نہیں کر سکتی۔ تم نے ابھی تک میرے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی۔"

دفعتاً فریدی ایک جگہ رک گیا۔ انھیں بھی رکنا پڑا۔

اب وہ اسے بائیں جانب ایک جگہ کی برف ہٹاتے دیکھ رہے تھے۔

"کیا بات ہے باس؟" حمید نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں رات بسر کرنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کرنی چاہیے۔"

"برف کے نیچے؟"

"بکو مت، میں قدم رکھنے کے لیے جگہ دیکھ رہا ہوں، کہیں کسی گڑھے میں نہ گر جائیں۔"

پھر حمید بھی اس کے قریب بیٹھ کر برف ہٹانے لگا تھا اور کچھ دیر بعد وہ بیٹھے ہی بیٹھے بائیں جانب کھسک رہے تھے۔

●●

خاوند

نفسیات کا ایک پروفیسر مختلف مواقع پر انسانی رویوں کی وضاحت کر رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "وہ آدمی جو غلطی پر ہو اور ہار مان لے، عقلمند ہوتا ہے اور وہ آدمی جو درست موقف رکھنے کے باوجود ہار مان لے ------"

"خاوند ہوتا ہے۔" لڑکے نے کھٹ سے کہا۔

ناصر نے گاڑی نیلم سرائے کے سامنے روکی۔ یہ بھی شہتیروں ہی سے بنائی ہوئی ایک عمارت تھی۔

کھڑکیاں اور دروازے سب بند تھے کہیں کسی درز سے بھی روشنی نہیں دکھائی دیتی تھی۔ اس نے صدر دروازے پر ٹھوکریں مارنی شروع کیں اور بالآخر کوئی دروازہ کھول کر دہاڑا۔ "کون ہے؟"

"بے خبر سو جاتے ہو کتے۔" ناصر نے اسے دھکا دے کر پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"معاف کرنا باس۔" میلے کچیلے سے آدمی نے کہا اور اپنی بائیں آنکھ کا کیچڑ صاف کرنے لگا۔

ناصر آگے بڑھتا چلا گیا۔ ساخت کے اعتبار سے یہ جگہ اکرام کے موٹیل سے مختلف نہیں تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ یہاں کاؤنٹر کے پیچھے فرش سے چھت تک متعدد خانوں میں کئی قسم کی شرابوں کی بوتلیں بھی چنی ہوئی تھیں اور کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا آدمی اکرام کی طرح ڈھیلا ڈھالا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ نہ صرف جسم کی بناوٹ کے اعتبار سے بلکہ آنکھوں میں پائی جانے والی توانائی کی بنا پر بھی وہ خاصا جاندار لگتا تھا۔

"یہ تم جنگلی پن کیوں شروع کر دیتے ہو؟" اس نے غرا کر ناصر سے کہا۔

"ابھی رات ہی کتنی ہوئی ہے کہ دروازہ جکڑ دیا گیا؟" ناصر نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر سامنے لگی ہوئی بوتلوں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں، ادھم نہیں چاہتا۔" دوسرا آدمی غرایا۔

پہلے تو ناصر نے اسے گھور کر دیکھا پھر خواہ مخواہ ہنس پڑا۔

"چپو، شراب اٹھاؤ۔" اس نے قہقہے کو فوری طور پر دبا کر کہا۔

کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے آدمی نے سیاہ رنگ کی بوتل ایک خانے سے نکال کر اس کے سامنے کاؤنٹر پر رکھ دی۔ اس کے انداز میں بیزاری کا اظہار بھی شامل تھا۔